سیرت نگاری میں معجزات کا مطالعہ اور جدید رجحانات

ڈاکٹر سیّد ازکیا ہاشمی☆

ABSTRACT

The subject of miracles has always been given special attention in philosophical and scholastic discussions in every age by the Muslim as well as the non-Muslim scholars and intellectuals. The *Sirah* writers also presented many outstanding & comprehensive books on different aspects of miracles.

The new scientific era has given new dimension to this discussion. Various viewpoints based on interpretation, comprehension and denial of miracles have broadened the study & research of this subject. These discussions open new areas of further research and investigation, which bring forth the truth & validity of the prophethood. New evidences and documents provided by geographical and archeological research has not only put a seal of authenticity on the genuineness & validity of these miracles, but also proved their possibility on rational & scientific grounds.

The paper argues that these studies open doors to progress in science & technology for a Muslim scientist and strengthens his religious commitment. It also summaries

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، مانسہرہ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IRI, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

these discussions, analyzes old & new sources of prophetic miracles and viewpoints & ideas of Muslim philosophers, Western orientalists, as well as contemporary Muslim *Sirah* writers, belonging to Indo Pak, Egypt & Arab countries.

معجزاتِ رسول سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم گوشہ ہونے کی بنا پر اہلِ علم کے ہاں ہر دور میں زیرِ بحث رہے ہیں، ان کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر، بحث وتحقیق اور اعتراض وتنقید کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے، یہ مباحث اور مواد اس امت کی آنحضرتﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ، کلامیاتِ سیرت پر اہم علمی وفکری سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ہر نئی نسل نئے زمانے کی ضرورتوں اور عصری تبدیلیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے گراں قدر اضافے کیے۔ سیرت کے دیگر مواد ومباحث کی طرح یہ بھی آج کا زندہ موضوع ہے۔ جدید تحقیقات معجزات کی تصدیق کر رہی ہیں اور عقل ان کی عظمت کے آگے عاجز ودرماندہ ہو کر سرنگوں ہے۔ جدید فلسفہ وسائنس اور عقلیت پرست ذہنیت جو کل معجزات کو محال، مستبعد، خلافِ عقل اور ناممکن تصوّر کرتی تھی آج تصدیق کرنے پر مجبور ہے اور ایک مفکر کے الفاظ میں تیزی سے ترقی کرتی سائنس وٹیکنالوجی سائنسدانوں سے رخ پھیر کر دربارِ نبوتؐ میں خشوع وخضوع سے کھڑے کہہ رہی ہے: یا رسول اللہﷺ! آپؐ نے بالکل بجا فرمایا[۱]۔

زیرِ نظر مقالہ میں معجزاتِ نبویؐ کے جدید وقدیم مآخذ کا جائزہ لیتے ہوئے تصوّرِ معجزات کے مختلف نقطہ ہائے نظر پر بحث کی گئی ہے۔ مغربی فلاسفہ اور عقلیت پسند تحریک کے تصوّرات کا تجزیہ علمی نقد کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مستشرقین کی معجزاتِ نبویؐ سے متعلق آراء کا بھی ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور عصرِ حاضر میں مسلم سیرت نگاروں کی اس موضوع سے متعلق علمی وفکری کاوشوں پر بھی نظر ڈالی ہے۔ یہ بحث معجزات سے متعلق مختلف افکار وآراء کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان مباحث کی توسیع اور ارتقائی مراحل کی بھی توضیح کرتی ہے اور ان جدید رجحانات سے بھی کسی قدر متعارف کرواتی ہے جو اس حوالے سے عصرِ حاضر میں سامنے آئے ہیں۔

۱-معجزاتِ نبویؐ پر قدیم وجدید مآخذ

معجزاتِ نبویؐ چونکہ نبوّت ورسالت کی تصدیق وتائید کا اہم ذریعہ ہیں اس لیے اربابِ سیرت نے ان کی جمع وتدوین، ترتیب وتہذیب اور تشریح وتوضیح میں خوب دادِ تحقیق دی ہے اور عظیم الشان ذخیرۂ کتب

۱- فتح اللہ گولن، نورِ سرمدی، **فخرِ انسانیت**، ترجمہ محمد اسلام، اسلام آباد، ہارمنی پبلی کیشنز، ج ۱، ص ۱۵۶

مرتب کیا ہے۔ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اس موضوع پر کتب کی طویل فہرست موجود ہے۔ معجزات کے فنّی مباحث کا ذکر بنیادی مصادر میں کم ہے۔ بالعموم یہ موضوعات علم الکلام اور سیرت کی بعض جامع کتب میں ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں۔ ذیل میں صرف ان اہم اور بنیادی مصادر کی نشاندہی کی جارہی ہے جن میں معجزاتِ محمدیؐ کو مؤلفین نے اپنے اپنے ذوق اور اسالیب کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کوششیں پوری امت کی طرف سے خراجِ تحسین کی مستحق قرار پاتی ہیں۔ یہ تصانیف اگرچہ مختلف ناموں سے مرتب ہوئی ہیں مگر ان کا موضوع مشترک ہے، مثلاً الآیات، البیّنات، اعلام النبوّۃ، دلائل النبوّۃ، خصائص النبوّۃ، شواہد النبوّۃ اور معجزات النبیؐ وغیرہ۔ ناموں کے اس اختلاف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ یہ الفاظ معجزات ہی کے مترادف ہیں اور ان میں سے بعض الفاظ خود قرآنِ حکیم میں مستعمل ہوئے ہیں۔ مثلاً الآیات، البینات، برہان(دلیل) اور احادیث میں علامات اور شواہد کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ لفظِ معجزہ اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے قرآن وحدیث میں مستعمل نہیں، بعد میں عنوانِ سیرت کا حصہ بن کر معروف ومستعمل ہوگیا، اسی لیے بعض محققین انبیاء کی مافوق العادۃ کیفیات اور اعمال کو معجزہ نہیں کہتے کیونکہ یہ اصطلاح قرآن وحدیث میں مستعمل نہیں ہوئی۔ قدیم محدثین نے اس کے لیے دلائل(برہان) و علامات (آیات وبیّنات) کے الفاظ استعمال کیے جو الفاظِ قرآنی کے ہم معنی ہیں۔ نیز لفظِ معجزہ کے مفہوم میں زیادہ وسعت بھی نہیں اور یہ لفظ بہت سی غلط فہمیوں کے پیدا کرنے کا بھی موجب ہے، مگر اس کے عام استعمال کی وجہ سے اب اسے ترک کرنا ممکن نہیں رہا[۲]۔ اس نقطۂ نظر سے اتفاق اس لیے ممکن نہیں کہ قرآن کے ذکر کردہ الفاظ میں عمومیت پائی جاتی ہے اور وہ خود قرآنِ حکیم میں مختلف معانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں جب کہ لفظِ معجزہ سے بآسانی تخصیص ہو جاتی ہے اور نبی کے خرقِ عادت افعال وکیفیات اس اصطلاح سے نمایاں اور ممتاز ہو جاتے ہیں۔

ابتدائی دور میں محدثین نے معجزات کو مختلف عنوانات کے تحت اپنی کتب میں جمع کیا ہے، مثلاً **باب علامات النبوّۃ، باب علامات النبوّۃ فی الاسلام، باب فی معجزات النبیﷺ، باب فی المعجزات، باب فی آیات اثباتِ نبوّۃ النبیﷺ** وغیرہ[۳]۔

معجزات پر مستقل تصانیف مختلف عنوانات کے تحت مرتب ہوئی ہیں۔ مثلاً:

☆ ''آیـــات'' کے عنوان سے تحریر کردہ کتب میں علی بن محمد المدائنی (۲۲۵ھ) کی ''آیات النبیؐ'' ابن حجر

۲- سیّد سلیمان ندوی، **سیرت النبیؐ**، لاہور، الفیصل ناشرانِ کتب، ۱۹۹۱ء، ص۱۷-۱۸۔

۳- دیکھیے، **صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی** اور **مشکوٰۃ المصابیح** کے متعلقہ ابواب

عسقلانی (۸۵۲ھ) کی ''الآیات النیرات للخوارق والمعجزات''معروف ہیں۔

☆ ''اعلام النبوّة'' کے عنوان سے تحریر کرنے والوں میں سے ابو حاتم الرازی(۲۲۷ھ)، داؤد بن علی الاصفہانی (۲۷۰ھ)، ابوداؤد السجستانی (۲۷۵ھ)، ابوالحسین الماوردی (۵۴۰ھ) وغیرہ کی کتب قابلِ ذکر ہیں۔

☆ ''خصائص'' کے عنوان کے تحت مرتب کردہ تصانیف میں معجزات کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی نمایاں امتیازی خصوصیات کو بھی شامل کیا گیا ہے، اس موضوع پر لکھنے والوں میں ابن جوزی(۵۹۷ھ)، حافظ مغلطائی (۷۶۲ھ)، تاج الدین سبکی (۷۷۱ھ)، جلال الدین السیوطی(۹۱۱ھ)، ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) وغیرہ مشہور ہیں۔

معجزات پر سب سے زیادہ تصانیف ''دلائل النبوّة'' کے عنوان سے لکھی گئی ہیں۔

مشہور مؤلفین میں ابو زرعۃ الرازی(۲۶۴ھ)، ابوبکر البیہقی (۳۵۸ھ)، سلیمان بن احمد الطبرانی (۴۳۰ھ)، ابونعیم ماعیل النبہانی (۱۵۳۰ھ) اورسعید بن عبدالقادر باشنفر (معاصر) قابلِ ذکر ہیں۔

معجزات کے عنوان سے اہم تصانیف دنیا کی اکثر وبیشتر مشہور زبانوں میں تحریر کی گئی ہیں۔ نمایاں تصانیف میں ''الآیات البیّنات فی ذکر ما فی اعضاء رسول اللہ ﷺ من المعجزات''۔عمر بن الحسن (۶۳۳ھ)، ''الآیات الواضحات فی وجه دلالة المعجزات'' ابوعبداللہ ابن مرزوق التلمسانی(۸۴۲ھ)، ''الخصائص الکبریٰ فی المعجزاتِ خیر الوریٰ''۔ جلال الدین السیوطی ماعیل النبہانی 1350)ھ) شامل ہیں۔

تاریخ، مغازی اور سیر میں بھی معجزات کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے انھیں مختلف عنوانات کے تحت درج کیا گیا۔ جامع کتبِ سیرت کا اہم حصّہ معجزات کے لیے وقف ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں نئے نئے پہلوؤں اورعنوانات کے تحت اضافے ہوتے رہے۔

معجزۂ اسراء ومعراج کی خصوصی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے جسمانی یا روحانی، حالتِ بیداری یا حالتِ نوم وغیرہ کے بارے میں بحث وتحقیق کے نئے دروازے کھلے۔

قاضی عیاض(۵۴۴ھ) کی ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفی''، ابنِ سیّد الناس(۷۳۴ھ) کی عیون الاثر، ابن القیم(۷۵۱ھ) کی زاد المعاد، ابنِ کثیر(۷۷۴ھ) کی السیرة النبویة، قسطلانی (۹۲۳ھ) کی المواھب اللدنیة، محمد بن یوسف الشامی (۹۴۲ھ) کی سبل الھدیٰ والرشاد(سیرتِ شامیہ) اور نورالدین الحلبی (۱۰۴۴ھ) کی انسان العیون فی سیرة امین المامون(سیرتِ حلبیہ)، قاضی سلیمان منصور پوری کی

رحمة للعالمینؐ، شبلی اور سیّد سلیمان ندوی کی ''سیرت النبیؐ'' اور مولانا ادریس کاندھلوی کی ''سیرۃ المصطفیٰ'' اور پیر کرم شاہ الازہری کی ''ضیاء النبیؐ'' وغیرہ کتب میں معجزات کے مباحث کی ارتقائی شکلیں اور متنوّع اسالیب سامنے آتے ہیں۔

متقدمین اربابِ سیر نے معجزہ کی حقیقت ومفہوم، معجزہ کی روایات، معجزات کی تقسیم، (حسّی ومعنوی) اور تعدادِ معجزات وغیرہ موضوعات پر بحث کی ہے۔ جب کہ متأخرین نے امکانِ معجزہ، تاویلِ معجزہ، تنقید ودفاعِ معجزہ اور روایات کی استنادی حیثیت پر اہم اور نادر تحقیقات پیش کی ہیں۔

۲- معجزات کے متعلق مختلف رجحانات کا مطالعہ

معجزات خرقِ عادت واقعات ہونے کی بنا پر ہر دور میں بحث وتحقیق اور دلچسپی کا موضوع رہے۔ ان کے امکان ثبوت اور توجیہہ وتعبیر پر مسلم مفکرین نے ہر دور میں دادِ تحقیق دی ہے اور غیر مسلم مفکرین نے بھی اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ ہر آنے والے عہد میں اس پر نئے پہلوؤں اور زاویوں سے کی جانے والی بحث نے مسلم فکر کے علمی سرمایہ میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ آئندہ سطور میں متکلمین اور مسلم فلاسفہ کے ساتھ ساتھ مغربی فلاسفہ اور مستشرقین کی آراء کا بھی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

الف- متکلمین اور مسلم فلاسفہ کا نقطۂ نظر

یونانی علوم، منطق و فلسفہ کی تعریب کے نتیجے میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلامی عقائد کے ساتھ ساتھ سیرت کے ان پہلوؤں پر بھی غور وفکر شروع کیا جائے جو علم الکلام سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً وحی و الہام، نبوت ورسالت اور معجزات وغیرہ۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری کے اوائل سے یہ موضوعات سیرت نگاروں اور اہلِ علم کے ہاں خاص طور پر زیرِ بحث رہے اور انہوں نے ان موضوعات کی منطقی اور عقلی اسلوب میں اس طرح ازسرِ نو تجدید اور تدوین کی کہ وہ فلسفہ اور عقلیات سے متأثرہ لوگوں کے لیے بھی اطمینانِ قلبی کا باعث بن سکیں یوں ایک منفرد علم الکلام وجود میں آیا جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر ہوتا چلا گیا۔

مشہور فلسفی ابنِ رشد کی رائے کے مطابق قدیم فلاسفہ سے معجزات کے بارے میں کچھ منقول نہیں۔ ابن رشد کے مطابق جیسا کہ شبلی نے تصریح کی ہے کہ بوعلی سینا پہلا شخص ہے جس نے فلسفیانہ اصول پر خرقِ عادت کو ثابت کیا،اور بتلایا کہ اصولِ عقلی سے یہ ممکن ہے کہ کوئی باکمال ایک مدّت تک ترک غذا کر دے یا غیب کی خبریں بتائے یا دعا سے پانی برسادے یا غیب کی آوازیں اس کے کان میں آئیں یا غیر محسوس

صورتیں نظر آئیں وغیرہ[۴]۔

غزالی نے **تھافۃ الفلاسفہ** میں نبوت، معجزات، معاد وغیرہ کے جن مسائل کو فلاسفۂ یونان کی طرف منسوب کیا ہے وہ فلاسفۂ یونان کی ایجاد نہیں ابنِ سینا کی ایجاد ہیں بلکہ ابنِ سینا نے بھی قدماء متکلمین کی تحقیقات کو کسی قدر بدل کر نئے پیرایہ میں ظاہر کیا ہے[۵]۔

معجزات اور خوارق کو مختلف مسلم مکاتبِ فکر شروع ہی سے تسلیم کرتے آئے ہیں تاہم ان میں فرق یہ تھا کہ محدثین اور فقہاء کے نزدیک معجزہ میں حق تعالیٰ اشیا کی طبیعت و خاصیت کو بدل دیتا ہے۔ جبکہ معتزلہ کی رائے تھی کہ کسی شے کی ذاتیات وخواص بدل نہیں سکتے لیکن معجزہ غیر معلوم اسباب سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اشاعرہ نے اس خیال سے کہ احادیث وآثار کی بنا پر چونکہ خرقِ عادت سے انکار ممکن نہیں اس لیے علت ومعلول کے سلسلے ہی کی نفی کر دی اور یہ اصول قرار دیا کہ دنیا میں کوئی چیز کسی چیز کا سبب ہی نہیں۔ آگ جلاتی ہے لیکن نہ کہ جلانا اس کی ذاتیات میں ہے۔ نہ وہ جلانے کی علّت ہے، اس میں یہاں تک غلو کیا گیا کہ سلسلۂ اسباب کا ماننا قادرِ مختار کی نفی کرنا ہے بلکہ ہر چیز کی علّت بلا واسطہ خود خدا ہے[۶]۔

متکلمین کے ہاں زیرِ بحث مسائل

متکلمین نے معجزات کے ہر پہلو پر مفصل کلام کیا ہے ان کے ہاں زیرِ بحث اہم مسائل درج ذیل ہیں: مثلاً

معجزہ کیا ہے؟ اس کی شرائط کیا ہیں؟ کیا خرقِ عادت ممکن ہے؟ کیا اس سے نبوت پر استدلال ہو سکتا ہے؟ کیا وہ نبوت کی حقیقت میں داخل ہے؟ کیا ہر خرقِ عادت کو معجزہ کہنا صحیح ہے؟ معجزہ اور سحر میں فرق اور ان کی حدود کیا ہیں؟ کیا معجزہ کا معارضہ ممکن ہے؟ اس دور میں اگر ممکن نہیں تو کیا قیامت تک ممکن ہے؟ اس قسم کے بیسیوں سوالات زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ اشاعرہ نے معجزہ کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کے ظاہر کرنے سے نبوّت کی تصدیق مقصود ہو اس کے لیے سات شرائط ہیں:

۱- خدا کا فعل ہو　　۲- خارق عادت ہو　　۳- اس کا معارضہ ناممکن ہو
۴- مدعی نبوت سے ظاہر ہو　　۵- دعوی کے موافق ہو　　۶- نبی کا مکذب نہ ہو
۷- دعویٰ پر مقدم نہ ہو[۷]۔

۴- ابنِ رشد، **تھافۃ التھافۃ**، ص۱۲۶، بحوالہ **علم الکلام** اور **الکلام** (شبلی)، ص۹۶-۹۷
۵- شبلی نعمانی، **علم الکلام** اور **الکلام**، حصّہ اوّل، ص۱۱۶
۶- شبلی نعمانی، **الغزالی**، شیخ مبارک علی، لاہور، (س۔ن)، ص۱۴۴
۷- شبلی نعمانی، **علم الکلام** اور **الکلام**، ص ۲۰۱

کیا معجزہ نبوت کی صداقت کی دلیل ہوسکتا ہے؟ مختلف ائمہ محققین کی رائے کے مطابق معجزہ نبوت کے یقین کے لیے کافی نہیں۔ غزالی نے **المنقذ من الضلال** میں یہی رائے ظاہر کی ہے کہ نبی کے ارشادات وہدایات سے خود اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ ان کے نزدیک نبوت کے بارے میں یقین حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ نہیں کہ لاٹھی سانپ ہوگئی یا چاند پھٹ گیا کیونکہ ان معجزات کو اگر آپ دوسرے قرائن سے الگ کر کے دیکھیں گے تو اصل شبہ دور نہ ہوگا بلکہ اور شبہ پیدا ہوگا کہ یہ سحر اور خیال بندی کی کرشمہ سازیاں تو نہیں۔غزالی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"فمن هذا الطريق اطلب اليقين بالنبوة، ولا من قلب العصا ثعباناً، وشق القمر"[۸]

خوارق پر ایمان کی توضیح میں غزالی اس امر پر زور دیتے ہیں کہ آپ کا ایمان خوارق کے بارے میں یہ نہ ہونا چاہیے کہ یہی سب کچھ ہیں بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ من جملہ دوسرے دلائل وقرائن کے ایک دلیل اور ایک قرینہ یہ بھی ہیں[۹]۔

غزالی اشعریت کے زیر اثر دیگر اشاعرہ کی طرح سلسلہ تعلیل کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر نبوت اور معجزات کی توجیہہ ممکن نہیں۔ ان کے خیال میں علت ومعلول کا تصور ذہن وعادت کی کرشمہ سازی ہے کہ وہ ایسے دو واقعات میں علّت ومعلول کا رشتہ فرض کر لیتی ہے جنہیں ہم نے ہمیشہ آگے پیچھے ایک خاص ترتیب کے ساتھ صادر ہوتے دیکھا ہے، اس طرح پہلے ظہور پذیر ہونے والی چیز کو علّت اور دوسری کو معلول قرار دیا جو اس کے نتیجے میں پیدا ہوئی[۱۰]۔ گویا دو چیزوں کے درمیان علّیت وسبب کا رشتہ موجود نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو کچھ اس ترتیب سے بنایا ہے کہ خود بخود علّیت وسبب کا تصوّر ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ اس تصوّر کی بنا پر معجزات و نبوت کو تسلیم کرنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے اور اسباب وعلل کی نفی سے عجیب وغریب تصرّفات کے لیے بہرحال گنجائش نکل آتی ہے[۱۱]۔ غزالی نے اپنی تصنیف **مضنون به علیٰ غیر اهله** میں معجزات کو تین اقسام حسّی، خیالی اور عقلی میں تقسیم کر کے عمدہ بحث کی ہے[۱۲]۔

۸- الغزالی، أبو حامد محمد، **المنقذ من الضلال**، تحقیق: محمد محمد جابر، بیروت، المكتبة الثقافية، (س۔ن) ص۵۶،

۹- ایضاً

۱۰- الغزالی، **تهافة الفلاسفة**، ص۱۳۶

۱۱- مزید توضیح کے لیے دیکھیے، حنیف ندوی، **سرگزشتِ غزالی**، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۶۹ء، ص ۶۲-۶۷

۱۲- شبلی نعمانی، **الغزالی**، ص۱۷۱-۱۷۴

رازی نے متعدد تصانیف: مثلاً مطالبِ عالیہ اور شرح مواقف وغیرہ میں معجزہ پر وارد ہونے والے متعدد عقلی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات پیش کیے ہیں۔ وہ پیغمبر کے لیے معجزہ کو شرط قرار نہیں دیتے اور اس پر یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ اسی وجہ سے ایسے انبیاء بھی گذرے ہیں جن کے پاس کسی معجزہ کا ہونا معلوم نہیں (۱۳)۔

رازی نے معجزات کے دلیلِ نبوت ہونے پر مختلف آراء پیش کی ہیں مگر ان کے نزدیک یہ رائے قابلِ ترجیح ہے کہ یہ نبوت کی صداقت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت صرف قوتِ نظری وعملی کے کمال کا نام ہے کیونکہ قرآن سے بھی اس دعویٰ کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مطالبۂ معجزات کا قول نقل کیا: **وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ یَنْبُوعًا**(۱۴) تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا: **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّی هَلْ کُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا**(۱۵)۔

(اے محمد ﷺ کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ میں تو صرف انسان اور پیغمبر ہوں) یعنی کسی انسان کا پیغمبر ہونا صرف اس پر موقوف ہے کہ وہ قوت نظری وعملی میں کامل ہو اور ناقصوں کو کامل کر سکتا ہو(۱۶)۔

رازی کے نزدیک قرآن کریم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے ثابت کرنے میں یہ طریقہ زیادہ کامل اور افضل ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ معجزہ سے ثابت کی جائے۔

"ان اثبات النبوّة بهٰذا الطريق اقویٰ واکمل من اثباتها بالمعجزات"(۱۷)

ابنِ حزم ظاہری جو محدث بھی ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ دنیا میں علّت ومعلول، سبب ومسبب اور تاثیراتِ اشیا کا سلسلہ قائم ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی سلسلے کے مطابق ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خدا بطور اظہارِ قدرت کے یہ سلسلہ توڑ دیتا ہے اور اسی کا نام معجزہ ہے(۱۸)۔

مشہور اندلسی فلسفی ابنِ رشد معجزہ کے بارے میں جمہور اشاعرہ سے اختلاف کرتے ہیں جو معجزہ کو نبوت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ ابنِ رشد کو یہ تسلیم نہیں کہ معجزہ سے نبوت پر استدلال ہوسکتا ہے اس نے عقلی اور

۱۳- الرازی، فخر الدین، **مفاتیح الغیب**، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م، ص ۲۵/ ۶۹

۱۴- الإسراء: (۱۷) ۹۰

۱۵- الإسراء: (۱۷) ۹۳

۱۶- رازی، **المطالب العالیة** ضمیمہ علم الکلام اور الکلام (شبلی)، ص ۳۳۵

۱۷- ایضاً، ص ۲۲۱

۱۸- شبلی نعمانی، **الغزالی**، ص ۱۷۰

منطقی دلائل اور مقدمات قائم کرتے ہوئے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے[۱۹]۔ ان کے دلائل کا حاصل یہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ معجزہ دلیلِ نبوت نہیں ہو سکتا کیونکہ منطقیانہ حیثیت سے دعویٰ اور دلیل میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے اور معجزہ اور نبوت میں کسی قسم کی مناسبت نہیں پائی جاتی [۲۰]۔

متاخرین علماء و متکلمین میں برصغیر ہند و پاک کے عظیم مفکر شاہ ولی اللہ کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے بھی اپنے منفرد اسلوب میں معجزات کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔ معجزات کے متعلق شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کے وہ اکثر اسباب طبعی ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں مگر بعض اوقات ایسی غیر معمولی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں کہ ہم انہیں اسباب وعلل سے بالاتر خیال کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

> **"انما المعجزات والكرامات امرا سبابية غلب على السبوغ فباينت سائر الاسبابيات"**[۲۱]
>
> (معجزات اور کرامات اسبابی امور میں داخل ہیں البتہ ان پر کمال اس قدر غالب ہو گیا ہے کہ تمام اسبابی چیزوں سے الگ ہو گئے ہیں)

چنانچہ لکھتے ہیں:

> **"فليست المعجزات، ولا استجابة الدعوات، ونحو ذلک إلا أمورا خارجة عن أصل النبوة لازمة لها في الأكثر"**[۲۲]
>
> (معجزات اور اجابتِ دعا اور اس قسم کی اور باتیں اصلِ نبوت سے خارج ہیں لیکن اکثر حالات میں نبوت کے ساتھ لازم ہیں۔)

شاہ ولی اللہ قرآنِ کریم کی طرح آنحضرت ﷺ کی عطا کردہ شریعت کو آپؐ کا اہم معجزہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسی شریعت کا وضع کرنا جو ہر اعتبار سے کامل ہو انسانی طاقت سے باہر ہے۔ وہ اس کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ جس طرح قرآنِ کریم کے معجزہ ہونے پر بہت سی کتب تحریر کی گئیں، ضروری ہے کہ اس معجزہ کے متعلق بھی کوئی مستقل تصنیف کی جائے[۲۳]۔ شاہ صاحب کی شاہکار تصنیف **حجة**

۱۹- شبلی نعمانی، **علم الکلام** اور **الکلام**، ص۸۰-۸۱

۲۰- سید سلیمان ندوی، **سیرۃ النبیؐ**، ج ۳، ص۶۶

۲۱- شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی، التفهيمات الالٰهية المجلس العلمی ڈھابیل (سورت) الہند، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء، ص ۴۴

۲۲- شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی، **حجة الله البالغة**، المبحث السادس، باب حقيقة النبوة وخواصها، تحقیق، سید سابق، القاہرہ، دار الکتب الحدیثۃ، س۔ن، ج ۱، ص ۱۷۹

۲۳- شاہ ولی اللہ الدہلوی، **حجة الله البالغة** ج ۱، ص ۳۷

اللّٰــہ البـالغـہ دین و شریعت کی حکمتوں اور اسرار و رموز کے انکشاف اور اس کی عقلی وفطری تعلیمات کی توضیح کرتے ہوئے آنحضرتﷺ کے اسی اعجاز کوواضح کرتی ہے۔

شاہ ولی اللہ نے خوارق ومعجزات پر اپنے رسالہ ''**تـاویـل الاحـادیث فی رموز قصص الانبیاء**'' میں منفرد انداز میں بحث کی ہے جس میں معجزات وواقعات کی تاویل و توجیہہ کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ کی رائے یہ ہے کہ معجزات وخوارق میں اسباب وعلل بالکلیہ ختم نہیں کیے جاتے بلکہ ان میں اسباب کا پردہ کسی نہ کسی درجہ میں موجود رہتا ہے اور معجزاتِ انبیاء عادتِ انسانی کے ضمن میں رونما ہوتے ہیں البتہ یہ عادت کمزور ہوتی ہے۔ خوارق ضعیف اسباب ہوتے ہیں جو تقدیرِ الٰہی کے نفاذ میں زمینی اسباب سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن و سنت اور واقعہ میں ایسے اشارے موجود ہوتے ہیں جو اس کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

> **''اعـلـم ان اللّٰہ اذا ظھر خارق عادۃ لتدبیر فانما یظھر فی ضمن عادۃ ولو ضـعـیـفـۃ فالخوارق اسباب ضعیفۃ کانھا وجدت مشایعۃ لنفاذ قضاء اللّٰہ تعالیٰ وعنایت بالاسباب الارضیۃ لان لا یخترق العادۃ من کلّ وجہ وفی القرآن والسنۃ اشارات تدل علیھا وفی القصۃ ایماء وفحویٰ مما یعرفھا العارف بل کل لبیب منصف''** (۲۴)

شاہ ولی اللہؒ ابراہیمؑ کے لیے نارِنمرود کے سرد ہونے کی توجیہ آگ کے مادہ پر طبقۂ زمہریریہ سے اچانک آنے والی ٹھنڈک سے قرار دیتے ہیں جو بذریعہ ہوا ڈالی گئی جس نے آگ کی خاصیت بدل کر رکھ دی(۲۵)۔

فرعون کی غرقابی کا ظاہری سبب بھی ایک طاقت ور ہوا کو قرار دیتے ہیں جس نے دریا کو دوٹکڑے کر کے اس کے بعض حصّہ کو خشک کر دیا(۲۶)۔

وہ یہ امکان ظاہر کرتے ہیں کہ یہ دھواں، ستارے کے ٹوٹنے، چاند اور سورج گہن ہونے کی درجہ کی چیز بھی ہوسکتی ہے(۲۷)۔

شاہ صاحبؒ کا یہ اندازِ فکر معجزات وخوارق میں بھی اسباب وعلل کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے مگر یہ جمہور

۲۴- شاہ ولی اللہ الدہلوی، **تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء**، دہلی، **مطبع** احمدی دہلی، (س۔ن)،ص ۷

۲۵- ایضاً،ص ۲۰

۲۶- ایضاً،ص ۳۷

۲۷- ایضاً،ص ۸۱

اور سلف کے نقطۂ نظر کی ترجمانی نہیں کرتا تاہم ان عقلی توجیہات کے باوجود بھی (جنہیں بطورِ امکان فرض کیا گیا ہے اور جن سے عقلیت پسند ذہنوں کی تشفّی کسی حد تک ممکن ہے) ان واقعات کی اعجازی حیثیت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔

معجزاتِ انبیاء علیہم السلام سے متعلق فنی اور کلامی مباحث سے ہٹ کر سیرت نگاروں نے ہر دور میں معجزاتِ نبویؐ پر اپنے اپنے ذوق کے مطابق بحث کی ہے۔ معجزات کی جمع وتدوین کے ساتھ، اہم معجزات کی توضیح وتشریح، روایات کی تحقیق وتنقید اور مختلف اور متضاد روایات میں جمع وتطبیق اور معجزاتِ نبویؐ کے امتیازات کو اجاگر کیا ہے۔ (جس کی کسی قدر وضاحت مقالہ کے ابتدائی مبحث میں بیان ہو چکی ہے)۔

ان مباحث کے علاوہ عصرِ حاضر کے مفکرین و اہلِ علم نے بھی ان موضوعات پر نئے پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے، جن کا ذکر آئندہ مستقل عنوان کے تحت آئے گا۔

ب۔ معجزات اور مغربی افکار وتصوّرات

معجزات کے متعلق مواد اور مباحث کی مزید توسیع اس وقت ہوئی جب مغربی اصولِ تحقیق کے ذریعے معجزات کو باطل، بے بنیاد اور افسانہ قرار دیا گیا۔ معجزات کو عقلی اور سائنسی پیمانوں پر جانچنے کے ساتھ ساتھ ان کی ایسی تشریح وتعبیر اور تاویل ہونے لگی جو سائنسی اصولوں اور عقلی پیمانوں سے مطابقت رکھتے ہوں۔ اس اسلوبِ تحقیق سے فکرونظر کے نئے زاویے سامنے آئے اور بحث وتحقیق کی نئی جہتیں روشن ہوئیں اور مباحثِ سیرت میں نئے ابواب کا اضافہ ہوا اور سیرت کو داغ دار کرنے کی کوششوں کے برعکس سیرت کا گلدستہ مزید پررونق اور معطر نظر آنے لگا۔

اس بحث کا آغاز مغرب میں جدید سائنسی علوم کے احیاء اور نشأۃ ثانیہ کے دور سے ہوتا ہے جب سائنسی تحقیقات کے ذریعے ثابت ہوا کہ ہر چیز کچھ خاص فطرتی قوانین کی پابند ہے اور تمام واقعات مادی اور طبیعاتی قوانین (Natural Laws) کے زیرِ اثر اور تابع ہوتے ہیں۔ سائنسی اصول کے مطابق ہر چیز سبب اور نتیجہ یا علّت ومعلول (Cause & Effect) سے جڑی ہوئی ہے اور ان میں موجود رشتہ اور تعلق ہر جگہ ہمیشہ برقرار اور یکساں رہتا ہے۔ اس لیے کائنات کے تمام واقعات کی مادی ومیکانکی نقطۂ نظر سے مکمل توجیہ وتعلیل کی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے کسی فوق الطبیعی قوت (Super Natural Force) کو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ ہکسلے (Huxley) اپنی تصنیف (Man in the Modern World) میں لکھتا ہے کہ:

”واقعات اگر فطری اسباب کے تحت صادر ہوتے ہیں تو وہ مافوق الفطری

اسباب کے پیدا کیے ہوئے نہیں ہو سکتے‘‘[۲۸]۔

لہٰذا مافوق الفطرت اسباب کی نفی کے ساتھ ما فوق الفطرت ہستی کے وجود پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟ نیوٹن نے قانونِ تجاذب (Law of Gravity) دریافت کیا تو یہی نظریہ وجود میں آیا جسے کائنات کی مشینی تعبیر کہا جاتا ہے۔

ان تصوّرات نے ان تمام واقعات کی نہ صرف نفی کر دی بلکہ ان کا مذاق تک اڑایا گیا جو جدید تصوّرات قانونِ طبعی (Natural Laws) اور قانونِ تعلیل (Law of Causation) سے متصادم تھے۔ انہی تصوّرات کی رو سے معجزاتِ انبیاء مافوق الفطرت ہونے کی بنا پر توہمات قرار دیے گئے۔

ہیوم (Hume) اور ہکسلے (Huxley) نے خاص طور پر معجزات کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے ان کی تردید کی۔ بالخصوص ہیوم (Hume) نے جو خود تجربیت (Empiricism) کا پرجوش داعی ہے، معجزات کو تجربے اور مشاہدے کے خلاف قرار دیتے ہوئے ان کا انکار کیا ہے۔ اس کے نزدیک قانونِ فطرت مستحکم اور اٹل تجربے پر مبنی ہوتے ہیں اس لیے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست ثبوت رکھتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی تجربی ثبوت کا تصوّر ہی نہیں ہو سکتا اور چونکہ کسی شے کا متواتر تجربہ خود ایک قطعی ثبوت ہے تو گویا معجزہ کے اثبات پر مبنی دلائل کی تائید وتقویت تجربہ اور مشاہدہ کے بغیر مسلّم نہیں۔ مغربی فلاسفہ میں سے وولسٹن (Woolston)، ہیوم (Hume) اور ہکسلے (Huxley) نے انکارِ معجزات پر جس عقلی استدلال سے کام لیا ہے، خود مغربی مفکرین نے اس پر نقد وجرح کی ہے [۲۹]۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے مذکورہ سائنسی تصوّرات کے برعکس بیسویں صدی کی تحقیقات سے مادہ اور توانائی، زمان ومکان کے قدیم تصوّرات اور علّت ومعلول سے متعلق جبریت کے نظریات باطل قرار پائے۔ کوانٹم (Quantum) اور اضافیت (Relativity) کے نظریات نے جدید طبعیات تشکیل دی، تو سائنسدانوں کو مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ سائنس کا مقصد مظاہرِ فطرت کی اصل اور آخری ماہیت اور حقیقت معلوم کرنا نہیں بلکہ اس کا کام صرف اشیا اور مظاہر میں باہمی ربط وتعلق کا سراغ لگانا ہے۔ اب برٹرینڈ رسل (م ۱۹۷۰ء) جیسا ملحد فلسفی بھی علم کی دو قسمیں قرار دیتا ہے: چیزوں کا علم (Knowledge of Things)

۲۸- Huxley, ***Man in the Modern World,*** P 19, (Waheed uddin Khan, ***Religion & Science***, Lahore, Talha Publications, 2003, P 49)

۲۹- ***Encyclopedia Britanica***, University of Chicago, 1973, Vol: 12, P 269-274 ; see also: ***Encyclopedia of Philosophy,*** New York, Vol: 5, P 346-353

اور صداقتوں کا علم[۳۰] (Knowledge of Truths)۔ اس کے بقول چیزوں کا علم دراصل حسّی واقعات(Sensible Facts) کا علم ہے مگر حسّی واقعات ہی سب کچھ نہیں بلکہ ان کے پیچھے کچھ اور صداقتیں بھی چھپی ہوئی ہیں جو بذاتِ خود ہمارے حواس میں نہیں آتیں۔ ان صداقتوں کو معلوم کرنے کا ذریعہ وہ استنباط(Inference)ہے جو حسّی واقعات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے[۳۱]۔

رسل عمر بھر کی تحقیقات کے بعد بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جو استنباط ناقابلِ مظاہرہ (Non-Demonstrable) ہو وہ بھی معقول(Valid) ہے ورنہ سائنس کا پورا نظام اور روزمرہ کی انسانی زندگی دونوں مفلوج ہو جائیں گے۔ اس کے نزدیک سائنس حقیقی دنیا (Real World)اور اعتقادی دنیا (Believed World) پر مشتمل ہے اور یہ کہ سائنس میں جتنی زیادہ ترقی ہوتی ہے اس میں اعتقادیات کا جزو بڑھتا جاتا ہے[۳۲]۔

مارٹن وائٹ نے "The Age of Analysis"میں بیسویں صدی کے فلسفیانہ ذہن رکھنے والے سائنسدانوں مثلاً ماہر ریاضیات وائٹ ہیڈ(۱۹۴۷ء)، ماہر فلکیات سر آرتھر اڈنگٹن(۱۹۴۴ء) اور ریاضیاتی طبعیات کے عالم جیمز جینز(۱۹۴٦ء) کے اہم اقتباسات پیش کیے ہیں جن سے کائنات کی مادی تعبیر کی نفی ہوتی ہے[۳۳]۔ مشہور مغربی مفکر سرجیمز جینز نے بھی خالص سائنسی بحث کے بعد اپنی مشہور زمانہ تصنیف میں کائنات کی مادی تشریح (Material Representations) کو جدید طبعیات سے متصادم قرار دیا ہے[۳۴]۔

معجزہ کے مغربی افکار و تصوّرات پر مسلم مفکرین اور اہل علم نے بھی سخت گرفت کی ہے۔ ان کے نزدیک معجزات کو قوانینِ فطرت اور عقل کے خلاف قرار دینے کا جو دعویٰ ہیوم وغیرہ نے کیا ہے اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام قوانینِ فطرت اور سننِ الٰہیہ کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ بصورتِ دیگر انھیں قوانینِ فطرت اور سننِ الٰہیہ کے خلاف قرار دینا قطعاً درست نہ ہوگا۔

معجزہ کی مختلف تعریفوں میں جو چیز ہمیں قدرِ مشترک نظر آتی ہے وہ یہ الفاظ ہیں:"**امر خارق للعادۃ**"،

۳۰- Ruussell, ***The Problems of Philosophy,*** 1957, P. 46 (Waheed uddin Khan, ***Religion & Science***, P. 23)

۳۱- Waheed uddin Khan, ***Religion & Science***, P 23

۳۲- ***My Philosophical Development***, P 204-206 (Waheed uddin, ***Religion & Science,*** P 24)

۳۳- Morton White, ***The Age of Analysis,*** (Waheed uddin Khan: Religion & Science,P 56)

۳۴- Waheed uddin Khan, ***Religion & Science***, P 58

یعنی جو واقعہ عادت کے خلاف ہو۔ کسی نے بھی یہ تعریف نہیں کی کہ وہ عقل کے خلاف ہو یا قوانینِ فطرت سے متصادم ہو۔اس لیے معجزہ ماورائے عقل یا خلافِ عادت (Abnormal) تو ہو سکتا ہے مگر خلافِ عقل (Irrational) نہیں۔ ممکن ہے یہ معجزات قانونِ فطرت کے مطابق ہی ہوں مگر وہ قوانین ہمارے ادراک کی سرحد سے ماورا ہوں۔ یہ دعویٰ کرنا بھی انتہائی مضحکہ خیز اور غیر معقول ہے کہ فطرت کے تمام قوانین بے نقاب ہو چکے ہیں اور ذہن انسانی نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔ آج تک کسی سائنسدان نے اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ ایک مغربی فاضل نے بھی ہیوم کے تصوّرِ تجربیت پر نقد کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر معجزہ تمام تجربات کے خلاف ہے تو پہلے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ آپ نے تمام تجربات کا احاطہ کر لیا ہے۔ اگر معجزہ عام تجربات ومعمولات کے خلاف ہے تو اس سے معجزات کا تجربات و مشاہدات کے مخالف ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے یہ کسی ایسے تجربے کے مطابق ہو جو آپ کے فہم وادراک سے ابھی بلند ہو[۳۵]۔

ج۔ معجزات اور مستشرقین

مستشرقین نے اپنے مخصوص اہداف ومقاصد کے پیشِ نظر اسلام کے بنیادی مصادر قرآن وسنت اور سیرت و تاریخ کو اپنی تحقیقات میں خصوصی اہمیت دی ہے۔ اور جدید طرزِ استدلال وتحقیق کے ذریعے ایک طرف تو بحث وتحقیق کے نئے نئے گوشے بے نقاب کیے تو دوسری طرف اپنے مخصوص منہج اور طرزِ فکر کی بنا پر غلط حقائق اور نتائج پیش کر کے اسلام اور بالخصوص پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عظمت اور فضیلت کو گھٹانے کی کوشش کی۔ سیرت اور تاریخ میں امتیاز کی صلاحیت سے محرومی، مقامِ نبوّت و رسالت سے ناواقفیت، مذہبی تعصّبات و رجحانات اور عصری تناظر میں سیرت کا جائزہ، قیاسات، مفروضات اور تخیّلات پر مبنی تحقیقات، تسلیم شدہ حقائق اور تاریخی صداقتوں کے بارے میں شکوک وشبہات کی تخم ریزی، تنقید میں غلو، روایتوں کا انکار اور ضعیف اور شاذ روایتوں پر اعتماد دراصل ان کے خصوصی امتیازات ہیں۔ مستشرقین اپنے مخصوص ذوق ورجحانات اور مغربی افکار کے زیرِ اثر متواتر احادیث سے ثابت شدہ معجزات کو یا تو تسلیم ہی نہیں کرتے یا انھیں معمول کا عام واقعہ قرار دیتے ہیں، واقعات کو مغربی تصوّرات کے تناظر میں دیکھنے کی وجہ سے ان کے نتائجِ فکر بالعموم ناقابلِ قبول اور تجزیے ناقص قرار پاتے ہیں۔ مذہبی تعصّبات کے پیشِ نظر وہ معجزاتِ نبویؐ کی اہمیت کو کم کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اسراء ومعراج کا معجزہ آنحضرت ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہے مگر مستشرقین اس

۳۵- تفصیلات کے لیے دیکھیے۔ **سیرۃ النبیؐ**، بحث دلائل ومعجزات اور فلسفہ جدیدہ، تحریر مولانا عبد الباری ندوی، ج ۳، ص۷۷-۹۲؛ پیر کرم شاہ: **ضیاء النبیؐ**، ج ۲، ص ۶۲۳-۶۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ ؛ تقی عثمانی: **علوم القرآن**، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، ۱۴۱۱ھ، ص۳۷۶-۳۸۶،

سے متعلقہ واقعات کو بالعموم یہودی اور عیسائی روایات پر مبنی قرار دیتے ہیں۔

رسولِ اکرمﷺ کے متعدد معجزات صحیح احادیث سے ثابت ہیں بلکہ بعض طرقِ اسناد تو حدِ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں، مگر بالعموم مستشرقین نے انھیں نظرانداز کیا ہے۔ مثلاً انشقاقِ قمر (چاند کا دو ٹکڑے ہونا)، درخت کے تنے سے آواز نکلنا، تھوڑے سے کھانے میں اضافہ ہونا، انگشت مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا وغیرہ۔

شقِ صدر کا واقعہ متعدد بار آنحضرتﷺ کی زندگی میں پیش آیا اور مستند احادیث میں بھی وارد ہوا ہے۔ مگر مستشرقین بالعموم اس سے متعلقہ روایات کو نظرانداز کرتے ہوئے اس واقعہ کی توجیہ طبی نقطۂ نظر سے کرتے ہیں، جیسے سر ولیم میور اس موقع پر دو سفید پوش فرشتوں کا تذکرہ کیے بغیر اسے آنحضرتﷺ پر کسی عصبی مرض کا اچانک حملہ قرار دیتا ہے اور اس نے اس واقعہ کی توجیہ مرگی کے دورہ (Epilectic Fits) سے کی ہے[۳۶]۔ حالانکہ تاریخی اعتبار سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کا کوئی مرض کبھی بھی آپﷺ کو لاحق نہیں رہا۔

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) نے اپنی تصانیف میں معروضی اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کا تاثر دینے کی کوشش کی ہے مگر اس کا طرزِ فکر بھی دیگر مستشرقین سے مختلف نہیں۔ آنحضرتﷺ کی پیدائش اور شادی کے درمیان پیش آنے والے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان کے ثبوت کے لیے قاری کو کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ملتی۔ اس کے خیال میں یہ قصّے دینی انداز کے ہیں جو ایک سیکولر مؤرخ کے نزدیک درست نہیں، بالخصوص اس لیے بھی کہ ان واقعات کا ذکر محمدﷺ کی آئندہ زندگی میں نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کی کوئی سند ہے[۳۷]۔

واٹ نے ابنِ اسحاق کے حوالے سے جن مذکورہ واقعات کی نشاندہی کی ہے ان میں حلیمہ کی چھاتیوں میں دودھ کا اضافہ، ان کی اونٹنیوں کے تھنوں کا بھرنا، سواری کا تیز چلنا اور اونٹنی کے چارے کے لیے چراگاہ کا سرسبز وشاداب ہونا، شقِ صدر اور سفرِ شام میں بحیرا راہب سے ملاقات جیسے واقعات شامل ہیں[۳۸]۔

واٹ کو مسلم مؤرخین ابنِ ہشام، ابنِ سعد اور طبری سے یہ شکوہ بھی ہے کہ وہ بعض قابلِ قبول مگر حیرت انگیز واقعات پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے اور انبیاء کے متبعین بالخصوص مسلمانوں کے بارے میں بطور طنز وتعریض

۳۶- Muer. W, ***The Life of Muhammad***, P 37, Ibid, ***A Literary History of the Arabs*** ***Nicholson R.A***, New York, P 147-148

۳۷- Watt, Montgomery, ***Muhammad at Mecca***, Oxford University Press, 1968, P 33

۳۸- ایضاً، ص ۳۴-۳۸

یہ رائے دیتا ہے کہ ان میں یہ صلاحیت بخوبی پائی جاتی ہے کہ وہ ہر ایسے واقعہ کو معجزہ بنا لیتے ہیں جو مانوس طریقے سے وجود میں نہ آیا ہو(۳۹)۔

بعض مستشرقین کی تحریروں سے ان کے فکری تضاد کا ایک پہلو یہ بھی نمایاں نظر آتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کے خوارق و معجزات کو تو تسلیم کرتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کے اس قسم کے معجزات کو مستبعد (Improbable) قرار دیتے ہیں اور انھیں افسانہ شمار کرتے ہیں۔ بعض اعتدال پسند مستشرقین ڈینہ، بوڈلی اور کارلائل کے بارے میں ضیاء الدین اصلاحی یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے دوسرے معجزات کو نظر انداز کر کے صرف معجزۂ قرآنی سے آپ ﷺ کی نبوّت پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ یہی آپ کا دائمی فکری معجزہ ہے۔ اسے تعریف و توصیف کے پیرایہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اس کا (کبھی) دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی ملائکہ سے بات چیت ہوئی یا عجائب وغرائب کا ان سے صدور ہوا اور طبعی قوانین کے برخلاف خرقِ عادت چیزیں ظاہر ہوئیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم ہی لوگوں جیسا ایک آدمی ہوں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کا موقف یہ ہے کہ ان لوگوں کا مقصد جو بھی ہو مگر اس سے غرض پسند مستشرقین کے لیے انکارِ نبوّت کا مواد فراہم ہوتا ہے اور معتدل مستشرقین کو بھی آپ ﷺ کی اہمیت کو کم کرنے اور آپ ﷺ کی ذات کو نقطۂ چینی کا نشانہ بنانے کا موقع ملتا ہے(۴۰)۔

۳- عصرِ حاضر میں مسلم سیرت نگاروں کے افکار و آراء

جدید سائنسی علوم اور استشراقی افکار ونظریات کے فروغ و اشاعت کے بعد مذہبی اور مابعد الطبیعاتی مسائل اور کلامی مباحث نے بھی نئی کروٹ لی اور ان کی تشکیلِ جدید کا سلسلہ شروع ہوا اور مغربی اصولِ تحقیق اور سائنسی پیمانوں پر معجزات کی تفہیم، امکان اور وقوع کو ثابت کیا گیا۔ جدید منہج کے اثرات مسلم دنیا اور مسلم سیرت نگاروں پر بھی پڑے اور انہوں نے عصری تقاضوں کے مطابق سیرت کے مواد کی تہذیب و ترتیب اور تحقیق وتدوین کے لیے اپنی علمی وفکری صلاحیتوں کو وقف کیا۔ ان میں سے ایک طبقہ تو وہ تھا جسے مغربی افکار وتصوّرات اور استشراقی اسلوب نے اس حد تک ذہنی مرعوبیت سے دوچار کر دیا کہ وہ بنیادی دینی معتقدات تک کو مغربی قالب کے سانچے میں ڈھالنے میں شعوری یا لاشعوری طور پر مشغول ہو گئے۔ دوسرا طبقہ روایت پرستی اور عقیدت کے جنون میں اس حد تک آگے چلا گیا کہ اسے ضعیف اور موضوع روایات اور رطب و یابس کو قبول کرنے میں تأمل نہ ہوا۔ جبکہ تیسرا طبقہ معتدل نقطۂ نظر کا حامل ہے جس نے نہ تو معجزات کا انکار کیا

۳۹- ایضاً، ص ۳۸

۴۰- عارف عمری، **اسلام اور مستشرقین**، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۲۰۰۶ء، ج ۷، ص ۲۲۳

اور نہ ہر اعجوبہ کو معجزہ ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ احادیث وروایات میں موجود واقعات کو روایت و درایت کے اصولوں کی روشنی میں بحث وتحقیق سے کام لیا۔ مسلم دنیا میں ہمیں ہر جگہ انہی مختلف رجحانات کی حامل شخصیات نمایاں نظر آتی ہیں۔

الف- ہند و پاک میں مسلم فضلاء کے افکار وتصوّرات

برصغیر ہند وپاک کے لٹریچر پر جدید فکر وفلسفہ اور استشراقی نظریات نے گہرے اثرات مرتب کیے بالخصوص سرسیّد احمد خان کی تحریروں میں جدّت پسندی اور مغربیت کی چھاپ بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ انہوں نے مستشرقین بالخصوص ولیم میور کی Life of Mohammad کے جواب میں اپنی تمام تر علمی وفکری صلاحیتوں اور مالی قربانیوں کو پیش کیا ہے مگر معجزات کے باب میں ان کا تصوّر ہیوم ہی کی صدائے بازگشت نظر آتی ہے۔ وہ نہ صرف معجزات کا انکار کرتے ہیں بلکہ پیدائشِ نبویﷺ کے موقع پر پیش آنے والے عجیب وغریب واقعات کو اختراع قرار دیتے ہیں۔ معراجِ جسمانی کو بھی قانونِ فطرت کے خلاف قرار دیتے ہوئے اسے محض خواب سے تعبیر کرتے ہیں اور شقِ صدر کو بھی اسی خواب کا حصّہ قرار دیتے ہیں اور ان روایات کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں جن سے یہ واقعہ ثابت ہوتا ہے[۴۱]۔

سرسیّد معجزات سے متعلق احادیث وروایات کو بھی ناقابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ واقعات کے عادل راویوں کی گواہی (جس میں ان کے فہم وبیان میں سہو وغلطی کا امکان بھی موجود ہے) کی بہ نسبت قانونِ فطرت جو ہزاروں لاکھوں تجربوں سے ثابت ہے زیادہ معتبر ہے[۴۲]۔ اس تبصرے میں ڈیوڈ ہیوم کے فلسفۂ تجربیت کی جھلک بہت نمایاں نظر آتی ہے۔

سرسید نے آنحضرتﷺ سے معجزات کے ظہور کی نفی پر قرآنِ حکیم سے استدلال کیا ہے اور دیگر انبیاء سے بھی معجزات کی نفی پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ جب افضل الانبیاء کے پاس معجزہ نہیں تو دیگر انبیاء کے پاس بھی نہیں ہو سکتے۔ ان کی رائے میں وہ (فی الواقعہ) معجزات نہ تھے بلکہ قانونِ قدرت کے مطابق وقوع پذیر ہونے والے واقعات تھے[۴۳]۔

شقِ صدر کی روایات جو مستند احادیث کے مجموعوں میں بھی منقول ہیں سرسید ان سب روایات کو ناقابلِ اعتبار اور بے ہودہ افسانے قرار دیتے ہیں اور شقِ صدر سے شرحِ صدر مراد لیتے ہیں[۴۴]۔

۴۱- سرسیّد احمد خان، **تفسیر القرآن**، دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۵ء، ص ۱۰۷۵-۱۱۹۷

۴۲- ایضاً، ص ۵۸۰

۴۳- سرسیّد احمد خان، **تفسیر القرآن**، ص ۵۸۰

۴۴- سرسیّد احمد خان، **خطباتِ احمدیہ**، لاہور، نول کشور، (س۔ن)، ص ۳۹۸-۳۹۹

معجزات کے بارے میں سرسید کے تصوّرات تو واضح ہیں مگر وہ مستشرقین کی طرح ہر واقعہ کو راویوں کی ایجاد، بعید از قیاس اور قانونِ فطرت کے منافی قرار دے کر مسترد نہیں کرتے جیسا کہ ولیم میور نے انہی وجوہات کی بنا پر آنخضرتﷺ کے مختون پیدا ہونے کی نفی کی ہے۔ سرسید کے نزدیک یہ چیز نہ تو معجزہ سے تعلق رکھتی ہے نہ عجائبات سے بلکہ اس کا تعلق فطرت کی نیرنگیوں سے ہے جس کی اور بھی نظیریں موجود ہیں۔ مثلاً ایسے اشخاص کا پیدا ہونا جن میں تذکیر وتانیث دونوں کی علامتیں ہوں۔ وہ اس زمانے میں بھی مختون لڑکے پیدا ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ وہ آنخضرتﷺ کے پیدائشی مختون ہونے کو اس لیے بھی قبول نہیں کرتے کہ ایسا ہونا کسی ضعیف ترین روایت میں بھی بیان نہیں کیا گیا(۴۵)۔

اس قسم کی مثالیں سیرت کے بعض دیگر واقعات کے دفاع میں بھی ان کے ہاں ملتی ہیں، مثلاً حلیمہ سعدیہ کے گھر میں آنخضرتﷺ کی موجودگی سے مختلف برکات ظاہر ہونے پر مبنی روایات۔ سرسید کے نزدیک اگرچہ یہ واقعات صرف بلکہ توراۃ کی کتاب پیدائش کے مختلف حوالوں سے برکت کے ثبوت پیش کرتے ہیں(۴٦)۔

سرسید نے ۱۲۵۸ہجری میں معجزاتِ نبویﷺ پر ایک تصنیف **جلاء القلوب بذکر المحبوب** کے عنوان سے تحریر کی جس میں شیخ عبدالحق کی ''مدارج النبوۃ'' سے استفادہ کیا۔ بعدازاں مأخذ پر تحقیق ہوئی تو مأخذ کمزور نظر آئے اس لیے اس کتاب سے لاتعلقی ظاہر کی(۴۷)۔

ہندوپاک میں علمِ کلام کی تشکیلِ جدید میں سرسید کے افکار شاذ ہونے کے باوجود اس اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں کہ بعد میں آنے والے مصنفین نے ان سے یا تو کم یا زیادہ تأثر لیا ہے یا ان پر نقد وجرح کی ہے۔

جدید علمِ کلام کی تشکیل میں شبلی نعمانی ہمیں صفِّ اوّل میں نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے علمِ کلام کے قدیم دلائل پر جدید دلائل سے اضافہ کیا۔ مذہبی عقائد واحکام کی تعبیر وتشریح میں ممکن حد تک عقل کے استعمال کی ضرورت کا احساس دلایا اور جدید مغربی افکار ونظریات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا جواب اپنے مرتب کردہ علمِ کلام سے دیا۔ جس پر ان کی اہم تصنیف ''علم الکلام'' اور ''الکلام'' بخوبی گواہ ہے جو انہی مقاصد کی تکمیل کے لیے تحریر کی گئی۔

شبلی نے مصنفاتِ سیرت میں صحت وصداقت کے التزام کی شکایت کرتے ہوئے نہ صرف انہیں رطب

۴۵- ایضاً، ص ۴۸۷

۴٦- ایضاً، ص۴۳۷

۴۷- محمود احمد غازی، **محاضراتِ سیرت**، لاہور، الفیصل ناشرانِ کتب ۲۰۰۹ء، ص۶۲۹،

و یابس کا مجموعہ قرار دیا بلکہ سیرت کے اکثر راویوں اور مصنفوں کو مجروح، ضعیف اور ایک اہم مرجع واقدی کو کذّاب اور وضّاع تک کہہ دیا[۴۸]۔ انہوں نے اصولِ روایت ودرایت کی روشنی میں موادِ سیرت کی تحقیق وتنقیح کی اور ایک شاہکار تصنیف ''سیرت النبیﷺ'' پیش کی (جس کی ابتدائی دو جلدیں خود ان کی تحریر کردہ ہیں۔) جو سیرت کے لٹریچر میں منفرد مقام کی حامل ہے۔

شبلی نے علم الکلام میں خوارق پر جدید و قدیم افکار کو خوبصورتی سے سمیٹتے ہوئے معجزات کو نہ صرف ممکن الوقوع بتلایا ہے بلکہ ایسا نقشہ پیش کیا ہے جس کی روشنی میں اس موضوع کی تحقیق وتنقیح ممکن ہو سکے۔ واقعاتِ سیرت بالخصوص معجزات کی روایات کو قبول کرنے میں ان کا سخت معیار دراصل مستشرقین کے اعتراضات وشبہات اور تنقیدات کی وجہ سے ہے[۴۹]۔ اسی لیے وہ آنحضرتﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ضمن میں شقِ صدر کے واقعات کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے جو متعدد بار پیش آئے[۵۰]۔ نیز حلیمہ سعدیہ کے ہاں رضاعت کے دوران جن عجیب وغریب واقعات وبرکات کا ظہور ہوا، ان کے تذکرے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ شبلی سفرِ شام میں آنحضرتﷺ کی بحیرا راہب سے ملاقات کی روایت کو بھی بے اصل قرار دیتے ہیں (جس میں عجیب وغریب خرقِ عادت واقعات کا تذکرہ آیا ہے)ان کے خیال میں سر ولیم میور، ڈریپر اور مارگولیس وغیرہ اس واقعہ کو عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہوئے مدّعی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے مذہب کے حقائق واسرار اسی راہب سے سیکھے[۵۱]۔ اس روایت پر شبلی کی تحقیق عیسائی محققین کی مزعومہ فتح کو شکست میں بدلنے کا تاثر دیتی ہے۔

سیرت النبیؐ کے عظیم منصوبے کی تکمیل سات جلدوں میں ان کے نامور شاگرد سید سلیمان ندوی کے ہاتھوں ہوئی جنھوں نے اپنے استاد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی خطوط پر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ انہوں نے سیرت النبیؐ کی تیسری جلد معجزات کے لیے مختص کی جو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں دلائل ومعجزات اور عقلیاتِ جدیدہ کا باب فلسفہ کے مشہور استاد مولانا عبد الباری ندوی کا تحریر کردہ ہے۔ اس میں سید صاحب نے معجزہ کی حقیقت، امکان ووقوع اور غرض وغایت پر قرآن و حدیث اور جدید وقدیم فلسفہ وکلام کی روشنی میں بحث کی ہے۔ پھر نبوّت کے خصائص ومعجزات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور قرآنِ حکیم

۴۸- شبلی، **سیرۃ النبیؐ**، مقدمہ کتاب، ج ۱

۴۹- شبلی کے اس اسلوب کو متعدد اصحابِ سیر نے تنقید کا نشانہ بنایا، مثلاً عبد الرؤف داناپوری نے اصح السیر میں اور مولانا ادریس کاندھلوی نے سیرتِ مصطفیٰ میں۔

۵۰- **سیرت النبیؐ**، ج ۱

۵۱- ایضاً، ج، ۱، ص ۱۱۹

میں اشارۃً موجود معجزاتِ نبوی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ معجزاتِ نبویؐ پر دنیا کی کسی بھی زبان میں اتنا اعلیٰ، معیاری اور محقق مواد دستیاب نہیں جتنا اس تصنیف میں موجود ہے۔ اس لیے اس کے مباحث پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ معجزات کو عموماً نبوّت کے لوازمات میں شمار کیا جاتا ہے اس لیے آنحضرتﷺ کی طرف بہت سی غلط باتیں بھی بطورِ معجزہ منسوب کی گئی ہیں جن پر سید صاحب نے مفصل نقد کیا ہے۔ ان میں سے اکثر وبیشتر روایات کتبِ دلائل ومعجزات میں مذکور ہیں اور خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرفِ قبول بخشا ہے کہ ان کے پردہ میں آنحضرتﷺ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہوگئی(۵۲)۔

معجزات کے بارے میں افراط کے بالمقابل تفریط اس شکل میں ظاہر ہوئی کہ بعض لوگوں نے حضورﷺ کا اصلی معجزہ قرآن قرار دیتے ہوئے صرف معنوی معجزات کو تسلیم کیا اور حسّی معجزات کا انکار کر دیا۔ سید صاحب نے اس نقطۂ نظر کی تردید کرتے ہوئے قرآنِ حکیم میں آپﷺ کے معجزات کا تفصیلی ذکر نہ کیے جانے کے اسباب کی بھی نشاندہی کی ہے(۵۳)۔ علامہ ندوی نے آپﷺ کے صاحبِ معجزہ ہونے کا ثبوت قرآنِ کریم سے فراہم کیا ہے کہ قرآنِ مجید میں (مشرکین نے) آپؐ کو کاہن اور ساحر کہا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر امورِ غیب کی قبل از وقت آپؐ اطلاع نہ دیتے اور خوارق ومعجزات کا صدور آپؐ سے نہ ہوا کرتا تو کفار آپؐ کو کاہن اور ساحر کے خطابات سے کیوں یاد کرتے تھے(۵۴)۔ بعدازاں قرآنِ مجید میں موجود آپؐ کے دلائل ومعجزات کو پیش کیا ہے جس کی ابتدا معجزہ قرآن سے کی ہے اور اس کے معجزانہ پہلوؤں پر علمی وادبی نکات پیش کیے ہیں(۵۵)۔ کفارِ مکہ کے مطالبہ کے باوجود آپؐ کو معجزات نہ ملنے یا ظہورِ معجزہ میں تاخیر کے اسباب کی بھی نشاندہی کی ہے(۵۶)۔

علامہ ندوی نے جو روایات نقد ونظر کی میزان پر پوری اترتی تھیں انھیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کئی روایات کے سمجھنے پر سخت تنقید کرتے ہیں کہ کیا یہ اصول صحیح ہے؟ اور **من کذب علی متعمداً** کی تہدید سے خالی ہے۔ معجزات ہوں یا فضائل، ضرور ہے کہ آپؐ کی طرف جس چیز کی نسبت بھی کی جائے وہ شک وشبہ سے پاک ہو جیسا کہ امام نووی، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابنِ جماعہ، طیبی، بلقینی اور علامہ عراقی نے اپنی اپنی

۵۲- **سیرت النبیؐ**، ج ۳، ص ۳۷۹

۵۳- ایضاً، ص ۲۸۰

۵۴- ایضاً، ص ۲۸۱

۵۵- ایضاً، ص ۲۸۲-۳۳۴

۵۶- ایضاً، ص ۱۴۸

تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے(۵۷)۔ آپ نے معجزاتِ نبویؐ کے متعلق غیر مستند روایات کو پیش کر کے ان پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

معجزۂ معراج کے بارے میں بھی متعلقہ مسائل و روایات واقوال پر تدقیق وتحقیق کا حق ادا کیا ہے(۵۸)۔ شقِ صدر کی روایات پر بھی علامہ ندوی نے مفصل بحث کی ہے۔ شقِ صدر کے واقعات جو چار مرتبہ پیش آئے اسے سیّد صاحب صرف ایک واقعہ قرار دیتے ہیں اور اس کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے دلائل اور تحقیق کے انبار لگا دیے ہیں۔ وہ معراج کے موقع پر شقِ صدر کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کا تعلق جسمانیات سے نہیں بلکہ روحانی عالم سے قرار دیتے ہیں(۵۹)۔ ان کے نزدیک شقِ صدر کے لیے صحیح اصطلاح شرحِ صدر ہے۔ وہ اس سلسلے میں صحیح مسلم کی حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو حضرت مالک بن صعصعۃ سے مروی ہے۔ **فشرح صدری الی کذا و کذا** (میرا سینہ یہاں سے یہاں تک کھولا گیا) انہوں نے شقِ صدر سے شرحِ صدر کا مفہوم مراد لیتے ہوئے قرآنِ حکیم کی سورۃ **الم نشرح** سے بھی استشہاد کیا ہے اور شرح کے لغوی، حقیقی اور مجازی معانی کی توضیح میں عمدہ نکات پیش کیے ہیں(۶۰)۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصنیف رحمۃ للعالمین جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہے، اردو زبان کی اہم تحقیقی اور مستند کتبِ سیرت میں شمار ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے اس کی تیسری جلد میں معجزاتِ نبویہ کو خصائص النبیؐ کے منفرد عنوان کے تحت پیش کیا ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری، سید سلیمان ندوی کے بقول تورات و انجیل پر مکمل عبور رکھتے تھے اور انہیں عیسائیت کے مناظرانہ پہلوؤں سے بھی پوری واقفیت حاصل تھی(۶۱)۔ اس لیے انہوں نے مباحثِ سیرت اور بالخصوص معجزات کی توضیح میں دیگر سماوی کتب سے موازنہ واستدلال سے بھرپور کام لیا ہے۔ ان کا تجزیہ بے لاگ، غیرجانبدارانہ، عقیدت مندانہ اور حقائق کے عین مطابق ہے۔ انہوں نے ایسے واقعات کا انتخاب کیا ہے جو ہر اعتبار سے مستند ہیں۔ انہوں نے شقِ صدر، شقِ قمر وغیرہ معجزات کو حقیقت پر محمول کیا ہے۔ ان کے نزدیک واقعۂ معراج عالمِ بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ مثلاً انہوں نے شق القمر پر مستشرقین کے اعتراضات اور امکان کے ثبوت میں دیگر دلائل کے ساتھ کتاب شیوع کا حوالہ بھی دیا ہے جس

۵۷- **سیرت النبیؐ**، ج ۳، ص ۴۰۱

۵۸- ایضاً، ص ۲۵۲-۲۶۷

۵۹- ایضاً، ص ۲۶۹-۲۷۹

۶۰- ایضاً، ص ۲۷۶-۲۷۷

۶۱- منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، **رحمۃ للعالمین**، ج ۳، ص ۹

میں عیسیٰؑ کے ذریعے سورج اور چاند کا ۱۲ر گھنٹے رک جانے کا ذکر بھی آیا ہے جو اس سے زیادہ عجیب ہے۔ معاصر تاریخوں میں شقِ قمر کے واقعہ کی عدم موجودگی کے اعتراض کا جواب بھی اسی واقعہ سے دیا ہے کہ یسوع کا یہ واقعہ ان کی معاصر کتابوں میں تو موجود نہیں۔ قاضی صاحب نے ایک نقشہ کے ذریعے یہ تفصیلات بھی دی ہیں کہ اگر شق القمر کے وقت مکہ معظّمہ میں رات کے نو بجے ہوں تو دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں اوقات کیا ہوں گے (۶۲)۔

سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک اہم تصنیف مولانا ادریس کاندہلوی (م ۱۹۷۴ء) کی ''سیرۃ المصطفیؐ'' ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں شبلی اور مولانا ندوی کی بعض تحقیقات پر مدلّل انداز میں نقد کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا کاندھلوی نے یورپ کے فلسفۂ جدیدہ سے مرعوب اور خوف زدہ ذہنوں کی پرزور مذمت کی ہے جو آنحضرتﷺ کے اقوال وافعال کو مغربی تہذیب اور فلسفہ وسائنس کے مطابق باور کرانے کے لیے معجزات کو جس قدر ممکن ہو ہلکا کر کے بیان کرتے ہیں اور کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح وتعدیل کے ذریعے محدثانہ رنگ میں ان روایات کو ناقابلِ اعتبار بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور جرح کے اقوال کے ساتھ تعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے۔ جہاں راویوں پر بس نہ چلے وہاں تاویل کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ ایک ایسی تصنیف کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جس میں نہ صرف غیر مستند روایات سے اجتناب ہو نہ ہی غیر ضروری تاویل یا راویوں پر جرح کر کے حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے (۶۳)۔

مولانا کاندہلوی نے شبلی کے بعض تسامحات پر اپنی تصنیف میں بعض مقامات پر سخت گرفت کی ہے، مثلاً شبلی نے حضورﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگروں کے گرنے اور آتش کدۂ فارس کے بجھ جانے والی روایت کو اس دلیل کے ساتھ مسترد کیا ہے کہ یہ صحیحین میں موجود نہیں (۶۴)۔ مولانا کے نزدیک کسی حدیث کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود نہ ہونا اس کے موضوع ہونے کی دلیل کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ خود شبلی نے ایسی صدہا روایات اپنی سیرت میں لی ہیں جو نہ صحیحین میں ہیں نہ صحاح ستہ میں (۶۵)۔ مولانا نے اس روایت کا زرقانی، ابن عبد البر اور ابنِ سیّد الناس کے حوالوں سے مدلّل انداز میں

۶۲- ایضاً، ج ۳، ص ۱۸۸-۱۹۰

۶۳- محمد ادریس کاندہلوی، **سیرۃ المصطفیؐ**، لاہور، مکّہ پبلشنگ، (س۔ن)، ج ۱ ص ۱۵

۶۴- ایضاً، ج ۱، ص ۵۵

۶۵- ایضاً

دفاع کیا ہے(۶۶)۔

روایاتِ سیرت کے ایک اہم راوی واقدی(۲۰۷ھ) پر شبلی نے سخت تنقید کرتے ہوئے کتبِ سیرت کی اکثر بیہودہ روایات کا سرچشمہ انہی کی تصانیف کو قرار دیا ہے(۶۷)۔ مولانا نے شبلی پر سخت تنقید کرتے ہوئے واقدی کو نہ صرف سیرت مغازی اور رجال کا اہم مصدر قرار دیا ہے بلکہ خود شبلی کی سیرت النبیؐ کے حوالے سے متعدد مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں شبلی نے خود واقدی کا نام لیے بغیر ان کی روایات کو انہی کے شاگرد ابنِ سعد کے حوالے سے بیان کیا ہے(۶۸)۔شبلی نے شقِ صدر کے واقعہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ مولانا نے محکم دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ حضورﷺ کو چار مرتبہ پیش آیا۔ ان کے نزدیک یہی مؤقف قرطبی، طیبی، حافظ تورپشتی، ابنِ حجر عسقلانی اور سیوطی کا ہے جو شقِ صدر کو اپنی حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کو بحوالہ قسطلانی وزرقانی شرح مواہب پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام سلائی کا نشان حضور ﷺ کے سینہ مبارک پر اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اس انکار اور اس کو حقیقت کی بجائے تمثیل خیال کرنے کو سیوطی کے حوالے سے صریح جہالت اور سخت غلطی قرار دیتے ہیں جو فلسفہ میں انہماک اور علومِ سنت سے بعد کا نتیجہ ہے۔ وہ شقِ صدر و شرحِ صدر کے معنی مراد لینے کی بھی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں شقِ صدر تو حضورﷺ کے خاص الخاص معجزات میں سے ہے جبکہ شرحِ صدر علماء وصالحین کو بھی ہوتا رہا ہے نیز یہ کہ کیا شرحِ صدر سے سینہ پر سلائی کے نشان بھی نمودار ہو جاتے ہیں؟(۶۹)

''سیرت النبیؐ'' سید سلیمان ندوی، جلد سوم میں مصنف نے روایاتِ سیرت کے اخذ وانتخاب میں جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کے ناقدین میں سے ایک اہم نام مولانا بدرِعالم میرٹھی (۱۹۶۵) کا ہے جو محدثِ شہیر علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم کے مرتّب شارح اور حدیث کے اہم مجموعہ ''ترجمان السنۃ'' کے مؤلف ہیں(جس میں انہوں نے نہ صرف خود احادیث کا انتخاب کیا ہے بلکہ ان کی اردو ترجمانی میں ترجمہ وتشریح بھی چار مجلّدات میں پیش کی ہے) مولانا نے ''ترجمان السّنۃ'' جلد چہارم کے مقدمہ میں ''سیرت النبیؐ'' جلد سوم اور اس کے مؤلف کا نام لیے بغیر محض کتاب کے اقتباسات نقل کر کے مفصل جرح وتنقید کی ہے۔ تنقید میں شدّت ومبالغہ سے کام لیتے ہوئے انہوں نے اس کوشش کو انکارِ معجزہ سے تعبیر کیا ہے(۷۰)۔ ان

۶۶- ایضاً

۶۷- شبلی، **سیرت النبیؐ**، ج ۱، ص ۸۵-۸۸

۶۸- محمد ادریس کاندہلوی، ، **سیرۃ المصطفیؐ**، ج ۱، ص ۸۹

۶۹- ایضاً، ج ۱، ص ۶۷-۶۸

۷۰- بدرِ عالم میرٹھی، **ترجمان السنۃ**، ج ۱ ص ۴-۲۸

کے نزدیک مصنف نے قدرت کے مظاہر کو زبردستی مادی قوانین کے تحت داخل کر کے معجزات کی حقیقت کھوکھلی کر دی ہے یا انھیں بیروح اور اعجاز سے خالی بتایا ہے۔ انھیں مصنف کی تقسیمِ معجزات پر بھی اعتراض ہے جس کی رو سے اکثر معجزات میں اعجاز کی صورت باقی نہیں رہتی(۷۱)۔ نیز معنوی معجزات پر زور دے کر حسّی معجزات کی اہمیت کم کر دی گئی ہے۔ شقِ صدر کی روایات کے بارے میں سید صاحب کی تحقیقات اور نکتہ آفرینیاں بھی مولانا بدرِ عالم کے نزدیک سخت قابلِ اعتراض ہیں۔ جن پر انہوں نے متعدد اعتراضات وارد کیے ہیں ان کے خیال میں مصنف کا عقائد واحکام اور فضائل وترغیبات کی احادیث میں تفریق کو پسند نہ کرنا اور مؤخر الذکر میں نرمی اور تساہل کو گوارا نہ کرنا درست نہیں اور یہ طرزِ عمل خود محدثین کے اصولوں کے منافی ہے اور بے جا تشدد ہے۔ وہ محدثین کے نقطۂ نظر کو تساہل کی بجائے مراتب شناسی قرار دیتے ہیں اور انھیں یہ اندیشہ ہے کہ ہر جگہ شدّت اختیار کرنے سے سیرت اور فضائل کا بڑا حصّہ ضائع ہوسکتا ہے(۷۲)۔ ان کا یہ تبصرہ کافی دلچسپ ہے کہ جس باب کا عنوان ہی معجزات ہوں وہاں بشرطِ انصاف ادنیٰ سے ادنیٰ ثبوت بھی کافی ہونا چاہیے ایسے واقعات کو اختراع قرار دینا علم کی بات ہے نہ عقل کی(۷۳)۔

معجزات کے حوالے سے ہر دو فضلا کی آراء مدلّل اور بحث وتحقیق کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ذوق وفکر کے اختلاف کے باوجود دونوں کا منشأ ومقصد ایک ہے۔ سید صاحب موادِ سیرت کی تطہیر کر کے اسے تنقید وتعریض سے بچانا چاہتے ہیں۔ جب کہ مولانا میرٹھی روایاتِ سیرت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ معجزہ کی روح کو برقرار رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں اور حسنِ عقیدت کے ساتھ ساتھ سیرت میں کسی قسم کے اضافہ اور قطع وبرید کو گوارا نہیں کرتے۔

برصغیر کی فکری روایت میں سر سید اور غلام احمد پرویز کے افکار میں کافی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مؤخر الذکر کے خیالات دراصل اوّل الذکر ہی کی جدید تعبیرات وتشریحات ہیں۔ پرویز حدیث وسنت اور اسلام کی جدید تعبیر پر مبنی اپنے انحرافی افکار کی بنا پر معاصر فکر میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ سر سید کی طرح انہوں نے

۷۱- ایضاً، ج ۴، ص ۶۶

۷۲- ایضاً، ج ۴، ص ۷۷-۱

۷۳- ایضاً، ج ۴، ص ۶۸ ؛ علامہ ندوی کے خصوصی شاگرد اور علمی جانشین شاہ معین الدین ندوی نے **ترجمان السنۃ** کی جلد چہارم پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کا دفاع کیا ہے۔ **معارف،** اعظم گڑھ، دارالمصنفین، اگست ۱۹۶۹، ص۱۵۲-۱۵۵؛ دارالمصنّفین ہی کے اہم مصنف ومدیر ضیاء الدین اصلاحی نے بھی **سیرت النبیؐ** جلد سوم پر کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات کے عنوان سے **معارف** کے تین شماروں میں مفصل بحث کی ہے۔ دیکھئے: **معارف،** اعظم گڑھ، دارالمصنفین، اگست ۱۹۸۶، ص۱۰۵-۱۲۹، ستمبر ۱۹۸۶ء، ص۱۸۱-۲۰۴، اکتوبر ۱۹۸۶، ص۲۶۸-۲۹۵

بھی معجزات کو قوانینِ فطرت کے خلاف قرار دیتے ہوئے انہیں معجزہ تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور تمثیلات سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے نقطۂ نظر کی مغربی فکر سے مطابقت اس وقت صاف نظر آتی ہے جب وہ معجزاتِ عیسوی کے تمثیلی ہونے پر ایک عیسائی عالم مائیکل گرانٹ کی تصنیف Jesus: A Historians Review of the Gospel کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خود حضرت عیسیٰ ان کو تمثیلات سمجھتے تھے(۷۴) اور گرانٹ ہی کی طرح احیاءِ موتیٰ کا مفہوم وحی کے زندگی بخش پیغام کے ذریعے حیاتِ نو عطا کرنا اور مادرزاد اندھے کی بے نور آنکھوں کو بصیرت عطا کرنا مراد لیتے ہیں(۷۵)۔ سرسید کی طرح ان کی رائے بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ تو کوئی معجزہ دکھایا نہ دکھانے کا دعویٰ کیا بلکہ لوگوں کے معجزات کے مطالبات کا جواب آپؐ کی طرف سے ہمیشہ انکار میں رہا۔

ب۔ مصر اور عرب علماء کی آراء و افکار

عصرِ حاضر میں مصری دانشوروں کی ایک بڑی جماعت جدید مغربی افکار سے نہ صرف متاثر ہے بلکہ اس کے احیاء کی ضرورت ہیں اور عصری مسائل و تحدیات کے مقابلے میں معتزلہ جیسے کردار اور رویہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں(۷۶)۔

مشہور مصری فاضل احمد امین بھی جدید فکر کے نمائندہ ہیں وہ مسلمانوں کے فکری زوال کا رشتہ معتزلہ کی شکست سے جوڑتے ہوئے کہتے ہیں :فی رأیی ان من اکبر مصائب المسلمین موت المعتزلۃ(۷۷)۔

ان کی تحریروں پر جدید فکر کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے تاہم انہوں نے **الفلسفۃ الحدیثۃ** میں ہیوم کے تصوّرِ معجزات پر گرفت بھی کی ہے(۷۸)۔

مصر کے مشہور ادیب اور روشن خیال مفکر محمد حسین ہیکل کی تصنیف ''حیاتِ محمدؐ'' کتبِ سیرت میں خصوصی طرزِ فکر واسلوب کی حامل ہے۔ ہیکل نے اپنی کتاب میں مستشرقین پر تنقید بھی کی ہے اور کہیں دفاع بھی، تاہم کئی موضوعات پر بحث میں مستشرقین کی ہی فکر کی عکاسی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ قرآن اور احادیث (جو کتاب اللہ کے منافی نہیں) دونوں معجزات کے بارے میں خاموش ہیں

۷۴- غلام احمد پرویز، **مطالب الفرقان**، ادارہ طلوعِ اسلام، لاہور، (س-ن)، ج ۴، ص ۱۱۴،

۷۵- ایضاً، ج ۴، ص ۱۱۲-۱۱۳

۷۶- نجیب محمود، **تجدید الفکر العربی**، ص ۱۲۳

۷۷- احمد امین، **ضحیٰ الاسلام**، ج ۳، ص ۲۰۷

۷۸- احمد امین، **قصۃ الفلسفۃ الحدیثۃ**، ج ۱، ص ۲۴۵

تو سلف سے لے کر آج تک مسلمان قرآن کے ماسوا دوسرے معجزے آپ ﷺ کے ذمہ کیوں لگا رہے ہیں[۷۹]۔

شقِ صدر کے واقعہ میں ہیکل نے اپنی رائے ظاہر کرنے کی بجائے دونوں نقطہ ہائے نظر پیش کیے ہیں۔ اس معاملے میں ان کا رجحان تردید کا متلاشی دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے شقِ صدر کے متعلق ابنِ اسحاق اور طبری کی روایات کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ کا آنحضرت ﷺ کو مکہ معظّمہ لے جانا شقِ صدر کی وجہ سے نہ تھا۔ ان کی رائے میں طبری نے شقِ صدر کا واقعہ بیان کرنے کے باوجود اس میں شک پیدا کر دیا ہے کیونکہ وہ ایک موقع پر تو اس کا تعلق آنحضرت ﷺ کی کم عمری کے زمانے سے بیان کرتے ہیں اور دوسری مرتبہ یہی واقعہ چالیس سال کی عمر میں بعثت سے ذرا قبل کا ذکر کرتے ہیں۔ ہیکل کے نزدیک مستشرقین اہلِ تحقیق اور مسلمان اہلِ علم دونوں شقِ صدر کے خلاف ہیں۔ مستشرقین کا اس واقعہ سے انکار سائنسی اور عقلی توجیہات کی بنا پر ہے جب کہ بعض مسلمان اربابِ سیرت روایات میں تناقض اور سند میں ضعف کی وجہ سے انکاری ہیں[۸۰]۔

شام کے مشہور عالم ڈاکٹر سعید رمضان البوطی نے **فقه السيرة** پر اچھوتے اسلوب سے روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے سیرت کی روایتی فکر کو جدید اسلوب میں پیش کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس میں معجزہ کے تصوّر کو قابلِ فہم بناتے ہوئے واضح کیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز، سیارے، افلاک کی حرکت، قانونِ کشش، جسمِ انسانی میں اعصاب، دورانِ خون، روح، بلکہ انسان کا پورا وجود معجزہ ہے۔ وہ فرانسیسی سائنسدان شاتو بریان کے اس قول کا حوالہ دیتے ہیں کہ انسان مابعد الطبیعاتی حیوان (Metaphysical Animal) ہے یعنی ایسا حیوان ہے جس کی حقیقت پردۂ غیب میں پوشیدہ ہے۔ لیکن چونکہ انسان ان چیزوں سے طویل عرصے سے مانوس ہے اور وہ برابر اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں اس لیے ان کا معجزہ ہونا وہ فراموش کیے ہوئے ہے[۸۱]۔ وہ معجزۂ معراج کی توجیہ بھی اسی تناظر میں کرتے ہیں کہ رہا یہ سوال کہ یہ معجزہ کیسے رونما ہوا اور عقل اس کا کیوں کر تصوّر کر سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معجزہ ایسے ہی ہوا جیسے کائنات اور زندگی کے دیگر معجزات میں سے ہر معجزہ رونما ہوتا ہے...... جس طرح عقل انھیں بآسانی تسلیم کر لیتی ہے اسی طرح اس معجزے کو بھی اسے بآسانی تسلیم کر لینا چاہیئے[۸۲]۔

۷۹- محمد حسین ہیکل، **حیاتِ محمد** (اردو)، لاہور، الفیصل ناشرانِ کتب، (س۔ن)، ص۷۲،

۸۰- ایضاً، ص۱۷۳-۱۷۶

۸۱- سعید رمضان البوطی، **فقه السيرة** (اردو ترجمہ، **دروس السيرة**، رضی الاسلام ندوی)، لاہور، نشریات، ۲۰۰۷ء، ص۲۰۷،

۸۲- سعید رمضان البوطی، **فقه السيرة** (اردو ترجمہ، **دروس السيرة**، رضی الاسلام ندوی)، ص۲۱۱

ڈاکٹر البوطی واقعۂ شق القمر کو نبوّت کی نمایاں علامت قرار دیتے ہیں اور ایک نئے اسلوب میں اس کی حکمت اس طرح واضح کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے منکرین کے بعض اعتراضات کی نفی بھی ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حکمت یہ نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک میں کوئی غدّہ شر تھا جسے نکال کر پھینک دیا گیا اس لیے کہ اگر انسان سے شر صادر ہونے کا سبب کوئی غدّہ یا جسم کے کسی گوشے میں پائے جانے والا لوتھڑا ہوتا تو جراحی عمل (Surgery) کے ذریعے برے آدمی کو نیک بنایا جانا ممکن ہوتا، بلکہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا معاملہ مشتہر ہو جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپؐ کو بچپن سے ہی مختلف مادی وسائل کے ذریعے عصمت اور وحی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے تاکہ جب آپؐ اپنی رسالت کا اعلان کریں تو لوگ بآسانی آپ پر ایمان لے آئیں اور آپؐ کی تصدیق کریں گویا یہ معنوی تطہیر کا عمل تھا جسے اس مادی اور حسّی شکل میں پیش کیا گیا تاکہ اس کی حیثیت الٰہی اعلان کی ہو جائے جسے لوگ اپنے کانوں سے سن سکیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں''(۸۳)۔

البوطی نے ان مصری دانشوروں پر سخت تنقید کی ہے جنھوں نے اپنی صلاحیتوں کو بیرونی افکار کے پرچار کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے لیے عبقریت اور ہیروشپ (Heroship) جیسے القاب کو رواج دے کر مسلمانوں کے ذہنوں میں نبی کی ایسی تصویر راسخ کرنا چاہتے ہیں جو ایک عبقری قائد یا ایک ہیرو کی ہو، نبی اور رسول کی تصویر نہ ہو کیونکہ یہ اصطلاحات رواج دینے سے نبوت کے حقائق وحی، غیبیات اور خوارق وغیرہ اساطیر وخرافات (Mithology) قرار پائیں گے(۸۴)۔

البوطی نے حسین ہیکل کی تصنیف ''حیاتِ محمدؐ'' (Life of Muhammad) پر بھی سخت گرفت کی ہے جو حیاتِ طیبہ کا مطالعہ سائنس کی روشنی میں کرتے ہیں۔ ہیکل کے مطابق آپؐ کی زندگی میں نہ کوئی خارقِ عادت واقعہ ہے نہ معجزہ، اگر ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن ہے اس سلسلے میں مصنف نے بوصیری کے اس شعر سے بھی استدلال کیا ہے۔

۸۳- ایضاً، ص۹۰-۹۱

۸۴- ایضاً، ص۲۰۴

لم یمتحنا بما تعی العقول بہ

حرصاً علینا فلم نرتب ولم نھم

(آپؐ نے ہمارا خیال کرتے ہوئے ہمیں ایسی چیزوں سے نہیں آزمایا جو عقل کی حدود سے ماوراء ہوں چنانچہ ہم نے سوال کیا، نہ ہم نے غلطی کی)

لیکن البوطی کے بقول ہیکل اس قصیدے میں موجود ایک دوسرے شعر کو فراموش کر گئے:

جاءت لدعوت الاشجار ساجدة

تمشی الیہ علیٰ ساق بلا قدم

(آپؐ نے درختوں کو بلایا تو وہ بغیر قدم کے اپنے تنوں پر آپؐ کے پاس آ گئے اور سجدہ کیا)[۸۵]

بعض عرب دانشوروں نے معجزات بالخصوص شقِ صدر کے واقعہ کے انکار کی عجیب توجیہات پیش کی ہیں۔ مثلاً شیخ محمد متولی شعراوی نے شقِ صدر کا انکار اس دلیل کا سہارا لے کر کیا ہے کہ اسلام اپنے تمام معاملات میں عقل کے ساتھ چلتا ہے اور معجزہ شقِ صدر عقل سے مطابقت نہیں رکھتا[۸۶]۔

ایک دوسرے مفکر ڈاکٹر خالد محمد خالد ایک دوسرے زاویہ سے بحث کرتے ہوئے اس واقعہ کو حضورﷺ کی عظمتِ شان کے منافی قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ کمال وبرتری، خواہشات ولذّات کو پچھاڑنے میں ہے جب کہ سینہ مبارک چاک کرنے کا واقعہ تو آپؐ کو فرشتوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے جب کہ پیغمبر فرشتوں سے ممتاز ہوتے ہیں[۸۷]۔

عرب فاضل ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی جو کہ روایتی مکتبِ فکر کے نمائندہ ہیں، اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہیں کرتے وہ اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ سینہ چاک کرنے والے کو کہا گیا تھا کہ اس میں سے حسد و کینہ نکال دو اور رحمت وشفقت بھر دو جس کے بعد آپؐ نے چھوٹے پر ترس اور بڑے پر شفقت کرنا شروع کی۔ وہ لکھتے ہیں کہ شقِ صدر سے مقصود آپؐ کے دل کو شفقت ورحمت سے بھرنا تھا۔ اس سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ انسان کو اپنی شہوات مغلوب کرنے کے لیے مقابلہ نہیں کرنا پڑتا بلکہ اسے شہوات

۸۵- سعید رمضان البوطی، **فقہ السیرة**، ص۳۰-۳۱

۸۶- محمد عبدہ یمانی، **علموا اولادکم محبة رسول اللہ** ﷺ، مجلّہ التضامن الاسلامی، ربیع الاوّل- صفر۱۴۱۷ھ، ص۳۸، المجلد ۳، العدد ۶/۵

۸۷- ایضاً

کو پچھاڑنے کے لیے مزید کوشش کرنا پڑتی ہے۔ وہ اپنے مؤقف کی تائید میں اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر میری لختِ جگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا اور رحمت وشفقت سے لبریز دل کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے جگر گوشہ پر ہاتھ کاٹنے کی حد لاگو کریں۔۔۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جناب رسالتِ مآب ﷺ کو اپنے نفس کو مغلوب کرنے لیے دوسروں سے زیادہ کوشش کرنا پڑتی ہے کیونکہ آپؐ کائنات کے لیے رحمت تھے اور آپ کا دل سراپا رحمت تھا لیکن اس کے باوجود آپؐ مجبور تھے کہ دستیاب قوت و وسائل بروئے کار لا کر کفار کے ساتھ پوری شدّت سے لڑیں[۸۸]۔

۴۔ معجزات اور جدید رجحانات

انیسویں اور بیسویں صدی کی تصانیف کے ارتقائی تجزیہ وتقابل سے واضح ہوتا ہے کہ تصوّرِ معجزات، حقیقت و امکانِ معجزات اور روایاتِ معجزات کے مباحث بحث ونظر اور اصولِ تحقیق کے پیمانوں پر جانچنے کے بعد منقح شکل میں سامنے آئے ہیں اور عصری تحقیقات اور علوم وفنون کے ارتقاء نے دیگر مباحثِ سیرت کی طرح اس موضوع کا دامن بھی کافی حد تک وسیع کر دیا ہے۔ معجزات کے نئے نئے پہلو واضح ہو رہے ہیں اور سیرت کے جواہرات روز بروز بے نقاب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

عصرِ حاضر میں معجزات کے جدید رجحانات سامنے آئے ہیں ان کے نمایاں پہلو درج ذیل ہیں:

معجزات کی سائنسی توجیہ وتعبیر

مغربی استعمار کے ابتدائی دور میں مصنفینِ سیرت کے ہاں مدافعانہ اور معذرت خواہانہ رویہ پایا جاتا ہے۔ اس زمانے میں خلافِ عادت واقعات کی عقلی و سائنسی توجیہ کافی مشکل تھی اس لیے یا تو روایات کی صحت ہی سے انکار کر دیا گیا یا تاویل کا سمجھی جاتی ہے۔ اسی لیے معجزات کی سائنسی توجیہ وتعبیر کے ذریعے اسے قابلِ فہم بنانے کا رجحان بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے جو دراصل جدید علمِ کلام کا اہم جزو ہے۔ مستند احادیث سے شقِ قمر (چاند کے دوٹکڑے ہونے) کا معجزہ ثابت ہے۔ قدیم زمانے میں اسے خلافِ عقل قرار دیا جاتا تھا مگر جدید سائنسی نظریات وافکار نے اسے ممکن الوقوع بنا دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں سیاروں کی ساخت کے متعلق انسان کو جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کی بنا پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک کرہ اپنے اندر کی آتش فشانی کے باعث پھٹ جائے اور اس زبردست انفجار (Explosion) سے اس کے ٹکڑے دور

۸۸- **مجلّہ التضامن الاسلامی**، ربیع الاوّل-صفر ۱۴۱۷، المجلد ۳، العدد ۶/۵، ص ۳۸

تک چلے جائیں اور پھر اپنے مرکز کی مقناطیسی طاقت(Gravitational Force) کے سبب وہ ایک دوسرے سے دوبارہ آ ملیں[۸۹]۔

عقلیت زدہ ذہن واقعۂ معراج کو خلافِ عقل قرار دیتے ہوئے اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا مگر آج خلائی سفر نے اسے قابلِ فہم بنا دیا ہے اور اب تو یہ امکان بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ مادی اجسام کا بھی الیکٹران اور پروٹان کی لہروں میں تبدیل ہو کر روشنی کی رفتار(ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ) سے سفر کرنا ممکن ہے۔ جب کہ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسانی آواز اور تصویر کو ایک لمحے میں ہزاروں میل دور منتقل ہونے کو ممکن بنا دیا ہے۔

پیغمبر کا غیب کی آوازوں کو سننا، ملائکہ جنت و دوزخ اور عذابِ قبر کا مشاہدہ، اپنے اصحاب کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھنا، دور دراز مقامات پر نظر، مستقبل میں پیش آنے والے امور کا مشاہدہ وغیرہ یہ سب معجزات احادیث سے ثابت ہیں اور یہ صلاحیت دراصل ایسی قوت کی بنا پر ہے جسے دائرۂ حواس سے باہر حسّی ادراک(Extra Sensory Perception) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ صلاحیت دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے جب کہ پیغمبر کے ادراکِ حسّی عام انسانی حواس سے بہت اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ماہرینِ نفسیات نے ان غیر معمولی حواس اور قوّتوں کے ادراک کے کافی تجربات کیے ہیں جو ان کے امکانِ وقوع کو ثابت کرتے ہیں[۹۰]۔ آج جدید سائنسی آلات کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ ان دیکھی مخلوقات (بیکٹیریا وغیرہ) کو دیکھنا ممکن ہے بلکہ ان سماعتی (Sub-Sonic) حد میں ہونے کی وجہ سے براہِ راست ہمارے کانوں کی گرفت میں نہیں آ سکتیں۔

تفہیم معجزات کے سائنسی رجحان میں آج کی عقلیت پسند ذہنیت کی تشفّی اور اطمینانِ قلب کا کافی سامان موجود ہے۔ مگر یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ معجزات قدرتِ الٰہیہ کا مظہر ہوتے ہیں۔ انہیں محض عقل کے پیمانوں اور سائنسی شعور کی کسوٹی پر پرکھنا پوری طرح ممکن نہیں ہوتا کیوں کہ وہ عقلِ انسانی کی پرواز سے بالاتر ہوتے ہیں البتہ ان کی تعبیرات سے جزوی طور پر تفہیم میں مدد مل سکتی ہے۔

معجزاتِ نبوّت کے سائنسی، تاریخی، جغرافیائی اور اثری شواہد

معجزے کی حقیقت سمجھنا ممکن تو نہیں مگر معجزہ کے امکان کے شواہد کی تلاش و تحقیق ممکن ہے۔ معجزات کی تفہیم میں ایک رجحان یہ بھی سامنے آیا ہے کہ ایسے شواہد پیش کیے جائیں جن سے یقینی طور پر ثابت ہو کہ ان

۸۹- ابوالاعلیٰ مودودی، **سیرتِ سرورِ عالم**، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۳ء، ص۴۰۵

۹۰- عثمان نجاتی: **حدیث اورعلم النفس**، لاہور، الفیصل ناشرانِ کتب، (س۔ن)، ص۱۳۹

معجزات کا ظہور ہو چکا ہے۔ اس قسم کے رجحانات کے چند نمونے حسبِ ذیل ہیں۔

معجزہ شقِ قمر متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے۔اس کا ایک ثبوت اس وقت سامنے آیا جب مختلف امریکی جرائد اور عالمی اخبارات میں وہ تصاویر شائع ہوئیں جن میں چاند کے عین وسط میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک شگاف سا موجود ہے جو دوٹکڑوں کے باہمی جدا ہو کر ملنے کا واضح ثبوت ہے۔ اور بزبانِ حال معجزہ شقِ قمر کی توثیق اور دعوتِ فکر دے رہا ہے(۹۱)۔

شقِ قمر ہی کے واقعہ پر معترضین نے مختلف سوالات اٹھائے ہیں جن میں سے ایک اس واقعہ کا معاصر تاریخوں میں مذکور نہ ہوناہے۔ اہلِ علم نے اس پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے(۹۲)۔مگر تاریخی دستاویزات سے جو شہادت ملتی ہے۔ وہ بھی اس حوالے سے اہمیت رکھتی ہے۔

ہندوستان کی مشہور ومستند تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کا ذکر بھی موجود ہے کہ ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار نے یہ واقعہ بچشمِ خود دیکھا اور اپنے روزنامچہ میں لکھوایا اور یہی واقعہ ان کے مسلمان ہونے کا سبب بنا۔ مسند ابوداؤد طیالسی اور بیہقی کی روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود مشرکینِ مکہ نے بھی باہر کے لوگوں سے اس کی تحقیق کی تھی اور مختلف اطراف سے آنے والوں نے یہ واقعہ دیکھنے کی تصدیق کی تھی(۹۳)۔

سیرت کے مختلف مصادر میں آنحضرتﷺ کے سفرِ شام میں ایک راہب سے بُصریٰ (شہرِ اردن) میں ملاقات کا ذکر آیا ہے جس کا نام ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق بحیرا ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسے نقل کیا ہے(۹۴)۔ ان روایات میں دیگر خرقِ عادات واقعات کے ساتھ ساتھ ایک اہم واقعہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جس درخت کے نیچے آنحضرتﷺ تشریف فرما تھے اس کی شاخوں نے جھک کر آپؐ پر سایہ کر دیا تھا جس کی طرف راہب نے قافلے کے دیگر افراد کو بھی متوجہ کیا۔ واقعہ کی جزوی تفصیلات میں روایات کے اختلاف کے باوجود درخت کے جھکنے پر سب روایات متفق ہیں۔ محققین محدّثین نے اصل واقعہ کی تصویب کی ہے اور اکثر مصادرِ سیرت نے اسے اہمیت دی ہے مگر بعض معاصر سیرت نگاروں نے اس پر روایتی اور درایتی

۹۱- موسیٰ خان، روحانی بازی، **فلکیاتِ جدیدہ**، لاہور، ادارہ تصنیف وادب، ۲۰۰۱،ص۲۵۴

۹۲- مثلاً دیکھئے: **رحمۃ للعالمین**، ج۳،ص ۱۸۶-۱۹۰

۹۳- مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**،کراچی،ادارہ المعارف، ۱۹۷۷ء، ج ۲،ص ۲۲۷، نیز دیکھئے شاہ رفیع الدین، **مجموعہ رسائل**، حصّہ دوم،ص۶۰، رسالہ تحقیق شق القمر (فارسی)، گرجرانوالہ، ادارہ نشرواشاعت، نصرۃ العلوم، ۱۹۹۳

۹۴- ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**، كِتَاب الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي بَدْءِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث نمبر۳۵۵۳،۱۲/ ۶۸

پہلوؤں سے نقد کرتے ہوئے اسے کمزور اور بے بنیاد قرار دیا ہے[۹۵]۔ غالبًا اس کدّ و کاوش کی وجہ مستشرقین کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہو سکتا ہے جو اس ملاقات سے انہوں نے اخذ کیا ہے کہ آنحضرتﷺ کو دینی اور مذہبی معلومات اسی راہب نے دی تھیں جنہیں آپؐ نے چالیس سال کی عمر تک چھپائے رکھا۔ حکومتِ اردن نے اردن میں موجود تاریخی یادگاروں کی تحقیق کی جس میں ان قدیم وثائق سے بھی استفادہ کیا گیا جو خلافتِ عثمانیہ کے دور سے محفوظ تھے۔ وثائق کی راہنمائی سے نہ صرف وہ شاہراہ دریافت ہوئی جس پر حجاز کے تاجر شام کا سفر کرتے تھے بلکہ اس شاہراہ کے قریب وہ عجیب وغریب درخت بھی دریافت ہو گیا جو سینکڑوں مربع کلو میٹر میں پھیلے صحرا میں جہاں پانی بھی نہیں تنہا یہ درخت زندہ اور توانا کھڑا تھا۔ اس کے نواح کے بدوؤں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ یہ ہمارے خاندانوں میں تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ اس درخت کے نیچے آنحضرتﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ اس بے آب وگیاہ صحراء میں اس درخت کا زندہ رہنا اور اس کی جڑوں کا دور دور تک پھیلنا اور قدیم وثائق سے اس جگہ کی نشاندہی ہونا اور اس کے قریب ایک پرانی خانقاہ (راہب) کے کھنڈرات کی موجودگی اسی اعجاز کی زندہ شہادت ہے۔ حال ہی میں مولانا تقی عثمانی نے سفرِ اردن میں اس جگہ کی زیارت کے بعد اس سے متعلقہ مذکورہ معلومات تفصیل کے ساتھ سپردِ قلم کی ہیں[۹۶]۔

معجزات کا ایک اہم حصّہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہے جو عصرِ حاضر میں اہلِ علم کی خصوصی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ معجزات پر لکھنے والے اہلِ علم نے ان کی درجہ بندی کرتے ہوئے ان پیش گوئیوں کو بھی معجزات ودلائلِ نبوّت میں شمار کیا ہے جو مستقبل سے متعلق ہیں۔ جدید سائنسی، جغرافیائی اور جیالوجی کی تحقیقات نے ان روایات کی تصدیق کر دی ہے۔ ان پیش گوئیوں میں سے اہم ترین روم و فارس کی بربادی، فتح استنبول، غزوۂ ہند، مستقبل کی جنگوں کا تذکرہ اور فتنوں کے ظہور کی پیش گوئیوں پر مبنی بیشمار معجزات ہیں جن کی تصدیق پر تاریخ نے مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ ان روایات کی تحقیق پر مبنی رجحان سے سیرت نگاری کے نئے نئے آفاق سامنے آ رہے ہیں۔ ترک مفکر فتح اللہ گولن نے ان پیش گوئیوں اور ان کے ظہور پر مفید علمی بحثیں کی ہیں[۹۷]۔ خروجِ دجال، ظہورِ مہدی، نزولِ عیسیٰ اور ہرمجدون (**الملحمة العظمیٰ**) وغیرہ موضوعات پر قلیل عرصے میں کثیر لٹریچر سامنے آیا ہے جس کی فہرست خاصی طویل ہے۔ اس میں متعلقہ روایات کی توضیح اور عصرِ حاضر پر ان کی تطبیق کی گئی ہے۔

۹۵- شبلی، **سیرۃ النبیؐ**، ج ۱، ص ۱۱۹-۱۲۰، ج ۳، ص ۴۱۹-۴۲۱

۹۶- تقی عثمانی، **اردن میں دو نئی معلومات**، کراچی، ماہنامہ البلاغ، دارالعلوم، ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ/ نومبر ۲۰۱۰ء، ج ۴۵، ش ۱۲، ص ۳۵-۴۱

۹۷- فتح اللہ گولن، نورِ سرمدی، **فخرِ انسانیت**، ج ۱، ص ۱۳۲-۱۵۵

طبِ نبویؐ بھی درحقیقت معجزاتِ نبوی کا ایک حصہ ہے جس میں شفاء، علاج اور پرہیز سے متعلق اہم انکشافات ہیں جن کی تحقیق پر وسیع لٹریچر سامنے آیا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس طبی معجزات کے سامنے سرنگوں ہے اور اس شعبہ میں بھی آنحضرتﷺ کی عظمت وفضیلت کی تصدیق کر رہی ہے۔

معجزات کی سائنسی افادیت

عصرِ حاضر میں سائنسی اہمیت وافادیت کو جانچنے اور پرکھنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مفکرین نے معجزات کے مادی پہلوؤں کی طرف بھی متوجہ کیا ہے اور انھیں سائنسی ترقی کا اہم محرک بتلایا ہے۔ اس نقطۂ نظر کی ترجمانی برصغیر کے عظیم محدّث علامہ انور شاہ کشمیری کی اس گفتگو سے بخوبی ہوتی ہے جو ان کے اور علامہ اقبال کے درمیان ہوئی۔ راوی لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر اقبال مرحوم کے سامنے حضرت شاہ صاحب نے جو علمی جواہرات بیان فرمائے ان میں ایک موضوع یہ تھا کہ امت میں سائنس وطبعیات میں جو حیرت انگیز ترقیاں ہوئی ہیں انبیاء کے معجزات میں ان کی نظیریں موجود ہیں اور انبیاء کرامؑ کے معجزات میں یہ چیزیں قدرت نے اس لیے ظاہر کرائیں تاکہ آئندہ امت کی ترقیات کے لیے تمہید ہوں اور فرمایا کہ 'ضرب الخاتم' میں اس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے'' (۹۸)۔ اقبال کا مشہور شعر اسی فکر کی عکاسی کر رہا ہے:

سبق ملا ہے مجھے معراجِ مصطفیٰ سے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

ترک مفکر فتح اللہ گولن نے معجزات کے اسی ترقی پسندانہ نقطۂ نظر کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے نزدیک انسانیت نے مادی و روحانی ہدایت کی تمام کنجیاں انبیاء کرام سے حاصل کی ہیں۔ قرآنِ کریم نے انبیاء کرام کے معجزات کی وضاحت کرتے ہوئے انسانیت کو اس بات کی دعوت و ترغیب دی ہے کہ وہ ان آخری حدود تک پہنچنے کی کوشش کریں جنھیں انبیاء کرامؑ نے اپنے معجزات کے ذریعے مقرر کیا ہے (۹۹)۔

معجزات کے متعلق یہ تصوّرات روحانی فلاح کے ساتھ ساتھ مادی ترقی کے لیے بھی مہمیز کا کام دے سکتے ہیں اور ہمارے فکری زاویوں کی تشکیل اور ذہنی افق کی توسیع میں بھی نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۹۸- ازہر شاہ قیصر، **حیاتِ انور**، دیوبند، محبوب المطابع، ۱۹۵۵، ص۱۸۲

۹۹- نورِ سرمدی، **فخر انسانیت**، ج۱، ص ۱۵۷

راقم نے اپنے ایک مقالہ میں اسی تصوّرِ معجزات کے عملی نمونہ اور اس کی افادیت پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ دیکھئے: مقالہ ڈاکٹر سیّد ازکیا ہاشمی، معجزات کی سائنسی توجیہ وتشریح

Science Religion Dialogue-HSSRD, Vol: 2, Issue: 1-2, 2003-2004, P 57-73

اشتہار

خطبات مدراس